نور لاعدوی
(اس بات کی روشنی کے بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی)
☆ کروناوائرس سے متعلقہ مسائل پر لکھی جانے والی خوبصورت کتاب
از قلم: انجینئر محمد نواز رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نور لاعدوی

(اس بات کی روشنی کے بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی)

*کروناوائرس سے متعلقہ مسائل پر لکھی جانے والی خوبصورت کتاب

مصنف ومرتب:۔
انجینئر محمد نواز رضوی
(بانی ادارہ وتنظیم: تحفظ اسلام وپاکستان)
(+92-3134699975)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: نورلاعدوی

مصنف ومرتب: انجینئرمحمدنوازرضوی
(بانی ادارہ وتنظیم: تحفظ اسلام وپاکستان)

نظرثانی وتصحیح: مولاناعبدالغفارصاحب، محمدوقاص رضوی

ہدیہ:

ناشر: ادارہ تحفظ اسلام وپاکستان

اشاعت: اوّل

توجہ: اگرآپ کواس کتاب میں کسی غلطی یا تجویز سے متعلق آگاہ کرناہو تواس نمبرپر رابطہ کریں۔(+92-3134699975)

انتساب

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام کہ جن کا امتی ہونا میرے لیے باعث فخر اور بعد از ان چار یکتا موتیوں کے نام جن کو ابو بکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالی اجمعین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور

اپنے روحانی رہنماوں علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ سید نور محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور خاص طور پر اپنے والدین محترمین کے نام، جن کی کاوشوں اور انتھک محنت، تربیت اور عمدہ پرورش کے عوض میں اس قابل ہوا کہ قلم کو جنبش دے سکا اور اپنا نام اسلام جیسے عظیم دین کے قلمی جہادیوں کی صف میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کر سکا۔

وجہ تالیف و حرف آغاز

یہ 31 دسمبر 2019 کی بات ہے جب چین کے شہر ووہان میں کروناوائرس جیسے عذاب کا پہلا نمونہ (کیس، case) سامنے آیا اور اس کے آنے کی وجہ چین سے منسلک علاقہ اوغور میں مسلمانوں پر ڈھائی جانے والی قیامت تھی، جس کو بین الاقوامی خبر اداروں (News Channels) نے شائع کیا، جن میں سر فہرست مشہور ادارہ بی بی سی (BBC) شامل ہے۔
ان اوغور مسلمانوں کو دوبارہ تعلیم (Re-education) ذہنی تطہیر (Brain Washing) اور انتہا پسندی سے دور کرنے کا بہانہ (drama) رچا کر نسل کشی کا شکار کیا گیا، اُن کی عورتوں کے ساتھ غیر اخلاقی جسمانی حرکات کی گئیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی مساجد میں چینی جھنڈے لگائے گئے اور کہا گیا کہ یہ چائنہ کی ملکیت ہیں۔ قرآن کی اشاعت کو بند کیا گیا اور مسلمانوں سے کہا گیا اگر چائنہ میں رہنا ہے تو چائنہ کے ترانے گانے ہوں گے، حرام جانور کا گوشت کھانا ہوگا اور شراب پینی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ جب ہر طرف سے خاموشی اختیار کی گئی تو اللہ تعالی نے چائنہ پر اپنا عذاب کروناوائرس کی شکل میں بھیجا جس نے ابتدا میں لاعلاج مرض ہونے کے ساتھ ساتھ وبائی شکل اختیار کرلی اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ابھی تک یہ جاری و ساری ہے۔
چنانچہ جب ایسے معاملات پیش آتے ہیں تو شرعی رہنمائی کی بھی ضرورت پڑتی ہے، جس پر دنیا بھر کے علماء بشمول پاکستان کے اکثر علماء نے بھی عوام الناس کی غلط رہنمائی کی کہ جن باتوں کی وجہ سے عذاب آیا اسی کی شکل کو اختیار کرنے کی مسلمانوں کو ترغیب دی گئی۔ ان نام نہاد علماء نے یہ رہنمائی کی کہ مساجد کو بند کر دیا جائے، ایک دوسرے سے سلام دعا کی خاطر ہاتھ نہ ملایا جائے، نماز میں چھ سے آٹھ فٹ کا فاصلہ رکھا جائے، ایک دوسرے کی عیادت نہ کی جائے، کسی کے جنازے میں شامل نہ ہوا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اسی صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہم نے ان سب باتوں کے خلاف حق بات کہنا چاہی اور اس تحریر کو قلم بند کرنا شروع کیا، کیونکہ ہمیں نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان یاد ہے کہ:

وَاَمَرَنِی اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِ وَاِنْ کَانَ مُرًّا (الحدیث)

ترجمہ: مجھے حکم دیا گیا کہ حق بات کروں چاہے کڑوی ہی ہو۔

اس موضوع پر قلم چلانا مشکل کام ہے مگر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد ونصرت سے ہم اس میں حُسن پیدا کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ پیش کرکے پایا تکمیل تک پہنچ جائیں گے۔اس کے لیے حتی الامکان کوشش کریں گے کہ اسے سلیس زبان میں لکھا جائے تاکہ ہر اُردو پڑھنے والا اسے بآسانی پڑھ سکے۔ابتداء میں اس کتابچے (رسالے) کو ہمارا ارادہ مختصر رکھنے کا ہے اور اگر اللہ عزوجل نے ہمیں مزید وقت اور فضل سے نوازا تو ضرور باضرور اس میں مزید معلومات کا خزانہ شامل کریں گے۔

(انجینئر محمد نواز رضوی)

الوباء والمعصية

(گناہ اور وباء)

(میرا جسم میری مرضی، کرونا سے ڈرنا نہیں لڑنا ہے)

ایک سوال ہر کسی کے ذہن میں خلش پیدا کرتا ہے کہ جب اللہ تعالی نے اپنے کلام میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ

ترجمہ: اے محبوب ﷺ اللہ عزوجل کی یہ شان نہیں کہ تمہارے ہوتے انہیں عذاب دے۔

(سورہ الانفال آیت :۳۳)

تو پھر آپ ﷺ کی امت پر عذاب کیوں آتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد عذاب کلی ہے کہ اللہ تعالی اس امت کو یک دم ہلاک نہیں کرئے گا جیسا کہ پہلی امتوں میں ہوتا تھا ہاں مگر وقفے وقفے سے اور بعض علاقوں میں ان کو انہی کے کالے کرتوتوں کی وجہ سے عذاب دیتا ہے جن میں زلزوں وباؤں کا آجانا اور ان پر دشمن کا ملسط کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالی قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

(سورة الانبياء آيت:۱۰۷)

اس رحمت سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے کہ پہلی امتوں میں جہاد فرض نہیں تھا مگر اس امت کو جہاد عطا کیا گیا تا کہ جہاں ظلم و بربریت دیکھیں وہاں جہاد فی سبیل اللہ کریں تا کہ جہاں سب نے مرنا تھا وہاں صرف اہل حق کی تلوار سے ظالم لوگ مریں اور نیکوکار بچ جائیں، مگر جب یہ جہاد جس کا حکم امت کو دیا گیا ہے وہ بھی پورا نہ کیا جائے جیسا کہ چین، شام، عراق اور دیگر علاقوں کی مدد کے لیے نہ کیا گیا تو عذاب باری تعالی کرونا وائرس کی شکل میں آنا ہی تھا۔ جب جہاد کو نظر انداز کر دیا جائے تو موت مسلط کی کر دی جاتی ہے چنانچہ روایت ہے حضرت صہیب رضی اللہ تعالی عنہ

سے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے پست آواز میں کچھ بات کہی جس کو ہم نہ سمجھ سکے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم نے میری بات سمجھ لی ہے، ہم (میں سے بعض) نے کہا جی ہاں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے ایک نبی علیہ السلام کا ذکر کیا ہے جنھیں ان کی قوم سے تعلق رکھنے والے کچھ (دشمن کے) لشکر دیئے گئے (اُن کا سامنا کرنے کے لیے) تو انہوں نے کہا کون ان کا سامنا کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ علیہ السلام اپنی قوم میں سے ایک تہائی حصے کو اختیار کرو تو میں ان پر ایسا دشمن مسلط کروں گا، جو دوسروں میں سے ہو گا یا ان پر بھوک یا موت مسلط کروں گا (جہاد کے لیے نہ نکلنے کی صورت میں)۔ اس نبی علیہ السلام نے اس بارے میں اپنی قوم سے مشورہ کیا۔ اس قوم نے کہا اے اللہ کے نبی علیہ السلام ہم یہ معاملہ آپ کے سپرد کرتے ہیں (آپ ہماری مالی و جنگی حالت سے بہتر واقف ہیں) آپ ہمارے لیے اسے اختیار کر لیجئے۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ وہ (لوگ) جب اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے تو نماز کے لیے آتے تھے۔ اُس نبی علیہ السلام نے جتنا اللہ کو منظور تھا نماز ادا کی پھر عرض کی اے میرے پروردگار جہاں تک دوسری قوم سے تعلق رکھنے والے دشمن کے تسلط کا تعلق ہے یا بھوک کا تعلق ہے تو وہ ان پر مسلط نہ کر، البتہ موت مسلط ہو جائے تو ان پر (جہاد کی طرف یک زبان راضی نہ ہونے پر) تین دن تک موت کو مسلط کیا گیا تو ان میں سے ستر ہزار لوگ انتقال کر گئے۔ (اس پر نبی اکرم ﷺ فرمانے لگے) میں نے جو ابھی سرگوشی کی تھی میں نے یہ دعا کی تھی کہ "اے اللہ میں تیری مدد سے لڑائی کرتا ہوں اور تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں، اللہ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا"۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 1975)

اس مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد نہ کرنا بھی موت اور وباؤں کے آنے کا موجب بنتا ہے۔ یہ بات بھی مدنظر ہونی چاہیے کہ کرونا وائرس جیسی وباؤں کے آنے کی ایک بڑی وجہ بے باکی و بے حیائی بھی ہے، جس معاشرے میں بے حیائی اور جسم فروشی رواج پکڑ جائے جیسا کہ ہمارے معاشرے میں ہے تو وہاں وبائیں اور دیگر عذاب آتے ہیں۔ پھر وہ قوم کہ جس نے یہ نعرہ لگایا ہو کہ "میرا جسم میری مرضی" تو وہاں لاعلاج مرض عذابوں کی صورت میں آیا ہی کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ:

وَلاَ فَشَا الزِّنَا فِيْ قَومٍ اِلاَّ كَثُرَ فِيْهِمُ الْمَوتُ

ترجمہ: نہیں پھیلتا کسی قوم میں زنا مگر ان میں موت زیادہ کر دی جاتی ہے۔

(مشکوۃ رقم الحدیث 5132)

یہاں روحانی و جسمانی موت دونوں مراد ہیں، روحانی موت تو یہ ہے کہ جس قوم میں زنا پھیلے اور اس کی خواہش بے دھڑک کی جائے وہاں اہل علم کو اٹھا لیا جاتا ہے اور قوم علمی طور پر یتیم ہو

جاتی ہے اور جسمانی موت یہ کہ زنا کی خواہش مند قوم میں مختلف قسم کے لاعلاج مرض کا اضافہ کر دیا جاتا ہے مثلاً کرونا، ڈینگی اور طاعون وغیرہ۔ جس طرح نیک اعمال کے اثرات قوموں پر اثرانداز ہوتے ہیں ایسے ہی قوموں کے برے اعمال بھی معاشرے کی تباہی و بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ "یہ میرا جسم میری مرضی" وہ قوم ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی چنانچہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن ناشج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں ہمیشہ قیامت تک لوطیہ کی ایک قوم رہے گی

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ عبداللہ بن ناشج رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ہماری قوم سمجھ رہی ہے کہ یہ کرونا وائرس عذاب نہیں ہے اگر عذاب ہوتا تو ہم سب رگڑے جاتے مگر ایسا نہیں ہوا، اور بے باک و بے دھڑک نعرہ کچھ یوں لگایا گیا کہ "کرونا سے ڈرنا نہیں لڑنا ہے" تاکہ قوم توبہ کی طرف نہ آئے اور یہ اختراع و اصطلاح "کرونا سے ڈرنا نہیں لڑنا ہے" میڈیا کی طرف سے سب سے پہلے منظر عام پر آئی، ایسا انہوں نے کرنا ہی تھا کیونکہ میڈیا دجال کا دوسرا رخ ہے۔ یہ بے دھڑک، بے باک نعرہ کفر اور دجالی سوچ کی عکاسی کرتا ہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں، حدیث شریف میں ہے کہ:

وَعُتُوًّا و فَسَادًا فِی الْاَرضِ یَستَحِلُّونَ الْحَرِیرَ والْفُروجَ وَالْخُمُورَ یرزَقُونَ عَلٰی ذٰالِکَ

ترجمہ: اور پھر (جب) ہو جائے گا ظلم سرکشی اور فساد زمین میں (عام) کہ لوگ ریشم، زنا اور شراب کو حلال سمجھیں گے تو اس کے باوجود رزق دیے جائیں گے۔

(مشکوۃ رقم الحدیث: 5137)

حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بے حیا اور بے حیائی پھیلانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 407)

حضرت محمد بن یفدیدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب دعائیں کم ہو جاتی ہیں تو آسمانی بلاؤں کا نزول شروع ہو جاتا ہے، جب بادشاہ ظالم ہوں تو بارشیں رک جاتی ہیں، جب باہمی خیانت کی گرم بازاری ہو تو حکومت کفار کو ملتی ہے، جب زکوۃ ادا نہ کی جائے تو مویشی مرنا شروع ہو جاتے ہیں اور جب زنا (کا) دور (دورا) ہو تو زلزلے آتے ہیں، جب (عدالتوں میں) جھوٹی شہادت کا زور شور ہو تو طاؤن (یعنی وباء) کا آنا ہوتا ہے۔

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ محمد بن یفدیدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت کثیر بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں تو زمین پر قحط پڑتا ہے اور جب زکوۃ بند ہوتی ہے تو مویشی ہلاک ہوتے ہیں اور جب زنا علانیہ ہونے لگے تو فقر و مسکنت کا غلبہ ہوتا ہے۔
(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ کثیر بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آج گناہوں کو حلال سمجھا جا رہا ہے اور بے باکی و سرکشی دیکھائی جا رہی ہے وہ بھی اللہ عزوجل کو یہی وجہ ہے انہیں اللہ تعالیٰ قیامت کی صبح تک ڈھیل بھی دے رہا ہے اور کرونا وائرس جیسی مہلک بیماریوں میں مبتلا بھی کر رہا ہے۔

کرونا وائرس کی غیبی خبر: شاید کتاب ہذا کو پڑھتے ہوئے کسی کے ذہن میں خیال آئے کہ کرونا جیسی مہلک بیماری تو ابتداء اسلام میں تھی نہیں تو کیا اسلام اس کے بارے میں ہماری رہنمائی کر پائے گا؟ تو جواب یہ ہے کہ اسلام صرف دین ہی نہیں بلکہ مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے و جہت میں رہنمائی کرتا ہے، چنانچہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پروں سے آسمان میں نہیں اڑتا جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہم سے ذکر نہ کیا ہو۔
(مسند احمد، الجزلخامس صفحہ:153)

مطلب یہ کہ اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب کو ہر چیز کی خبر دی جو آپ کے پردہ فرمانے کے بعد ہونے والی تھی۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جو حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَاتَقُومُ السَّاعَۃُ حَتیٰ تَروا اَمُورًا عِظَامًا لَم تَکُونُوا تَرونَھَا وَلَا تَحدِثُونَ بِھَا اَنفُسَکُم

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ تم ان امور عظیمہ کو دیکھ لوگے جن کو تم نے پہلے کبھی نہ دیکھا اور نہ ان کے بارے سوچا۔
(کتاب الفتن از نعیم بن حماد المروزی)

یہی وجہ ہے کہ کرونا وائرس جیسے مہلک مرض کا اس سے ما قبل نہ کبھی سنا گیا نہ کبھی سوچا گیا تھا۔
حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَلَن یَکُونَ ذَالِکَ حَتیٰ تَروا اَمُورًا یَتَفَاقَمُ سَانِهَا فِی نُفُوسِکُم وَ تَسَاوَّلُونُ بَینَکُم حُلگَانَبِیَکُم ذَکَرَ لَکُم مِنهَا ذَکَرً

ترجمہ: اور ایسا وقت آئے گا کہ تم ایسے امور دیکھو گے جن کی قدر تمہارے نزدیک بہت ہو گی اور تم آپس میں یہ سوال کرو گے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا تھا۔

(مسند احمد الجزالخامس صفحہ:16)

یہی وجہ ہے کہ جب طاعون کی وباءملک شام میں پھیلی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے صحابہ اکرام رضی اللہ تعالی اجمعین سے اس کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ کون اس صورت حال کے بارے میں علم رکھتا ہے۔ طبرانی اور مسند احمد میں ہے:

لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتیٰ تَروا اَمُورًا عِظَامًا لَم تَکُونُوا تَرونَهَا

ترجمہ: قیامت قائم ہونے سے قبل تم ایسے بڑے بڑے امور (واقعات) دیکھو گے جو تم نے کبھی نہ دیکھیں ہوں گے۔

(مسند احمد الجزالاوال، صفحہ:375)

اللہ عزوجل کی پناہ کہ آج اس قسم کے امراض ظاہر ہو رہے ہیں کہ جو آج سے پہلے موجود نہ تھے اور ان امراض کی پیچیدگی انسانی عقل و فہم کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے ہے، آج سائنسی علوم کے ترقی یافتہ ہونے کے باوجود یہ امراض لاعلاج ہوتے چلے جارہے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ اِن امراض کا سبب کچھ اور ہے حالانکہ ایسا نہیں سچ یہ ہے کہ ان کا سبب فحاشی عریانی و بے حیائی ہے۔ طبرانی صغیر میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ:

وَاَنَ تَتخِذَا لمَسَاجِدَ طُرُقًا وَ اَن یَظهَرُ مَوتَ الفَجَاةِ (طبرانی صغیر)

ترجمہ: اور مساجد کو راستہ بنالیا جائے گا اور اچانک موت کا ظاہر ہونا ہو گا۔

چنانچہ جب لاہور شہر میں رنگ روڈ، فیروز پر روڈ اور دیگر جگہوں پر ترقی کے نام پر کام شروع کیا گیا تو بہت ساری مساجد کو شہید کیا گیا صرف پیسے بچانے کے لیے اور راستے کے بل ختم کرنے کے لیے، پھر یہ کہ اِسی دور میں ڈینگی جیسی وبا نے جنم لیا اور درجنوں لوگ لقمہ اجل بنے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مِنَ اقتَرَاتِ السَّاعَةِ كَبِيرَةُ الطَّلَاقِ وَ مَوتُ الفَجَاةِ(طبرانی)
ترجمہ: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ طلاق اور اچانک موت کی کثرت ہو گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الفَاحِشَ وَالمُتَفَحِشَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِی نَفسُ مُحَمَّد بَیَدہ لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُظھِرُ الفَحشَ وَالتَّفَحُشَ وَسَوا الجِوَارَ وَ قَطِیعَةَ الاَرحَامِ وَ حَتّٰی یَخُونَ الاَمِینَ وَیُوت مِنَ الخَائِن
(المستدرک جلد4، صفحہ 513)

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل بے حیا اور بے شرم کو پسند نہیں فرماتا پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، قیامت قائم نہ ہو گی حتی کہ بے حیائی، بے شرمی اور بدزبانی پھیل جائے گی اور براپڑوس اور قطع تعلق اور بے رحمی یہاں تک کہ امین خیانت کرے گا اور خائن کو امین سمجھا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کَیفَ اَنتُم اِذَا وَقَعَت فِیکُم خَمس وَ اَعوذُ بِاللہِ اَن تَکُونَ فِیکُم اوتُدرِکُوھُنَّ مَاظَھَرَتِ الفَاحِشُه فِی قَومٍ قَطَّ یَعمَل بِھَا فِیھِم عَلَانِیَةً الطَّاعُونِ وَالا وَجَاع اِنّی لَم تَکُن فِی اَخلَافِھِم۔

ترجمہ: کیا حال ہو گا تمہارا جب کہ تم پر پانچ چیزیں آپڑیں گی، پناہ اللہ عزوجل کی کہ تم میں یہ چیزیں ہوں یا تم ان چیزوں کو پالو، جب بھی کوئی قوم علانیہ طور پر فحش کام کرتی ہے تو اس میں طاعون اور ایسی بیماریاں ظاہر ہو جاتی ہیں جو ان کے اگلوں میں نہ تھی۔
(ابن ماجہ جلد اول، صفحہ:290)(المستدرک جلد4، صفحہ:540)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب زنا اور سود کسی بستی میں عام ہو تو اُنہوں نے اُس عذاب کو اپنے اوپر حلال کر لیا جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔
(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 463)

جب پاکستان جیسا ملک جو کہ اسلامی نظریے پر حاصل کیا گیا تھا اس میں یہ نعرہ لگا کہ "میرا جسم میری مرضی" اور پھر اس پر طرہ یہ کہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں زنا بالرضا کا بل پاس کیا گیا تو کرونا اور ڈینگی جیسی مہلک بیماریوں نے جنم لینا ہی تھا۔

ایک اور جگہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگوں تمہارا اُس وقت کیا حال ہو گا جب تمہاری عورتیں سرکشی کریں (میرا جسم میری مرضی کہتی پھریں) گی اور تمہارا شباب (نوجوان) نیک بختی کے راستے سے ہٹ جائے گا، صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالی اجمعین نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کیا ایسا ہو گا فرمایا ہاں (ایسا ہو گا).

(المسند امام احمد الجزالاول، صفحہ:407)(الادب المفرد، صفحہ:361)

(المستدرک جلد4، صفحہ:446)

جب ظلم و بربریت، عریانی، فحاشی اور بے حیائی معاشروں میں حد کو تجاوز کرتی ہے تو اللہ عزوجل دنیا کے نظام کو درست کرنے کے لیے ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔

قیس بن ابو حازم رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی نے یہ آیت تلاوت کی:

يَاأَيُّهَاالَّذِينَ اٰمَنُوا عَلَيْكُم اَنْفُسَكُم لَا يَضُرُّ كُمْ من ضَلَّ اِذَاهْتَدَيْتُم

(المائدہ:105)

ترجمہ: اے ایمان والوں تم پر اپنا خیال رکھنا لازم ہے، جب تم ہدایت حاصل کرلو تو گمراہ ہونے والا شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اس آیت کو تلاوت کرنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعال عنہ نے فرمایا لوگ اس آیت کا غلط مفہوم مراد لیتے ہیں خبردار میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بات ارشاد فرماتے سنا بے شک جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں گے اور اس کے ہاتھوں کو نہیں پکڑیں گے، جب وہ کسی گناہ کو دیکھیں گے اور اسے روکے گے نہیں تو اللہ عزوجل لوگوں پر عذاب نازل فرمائے گا۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث:304)

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوَ الْمُنکَرَ فَلَم یُغیِّرُوہ' یُوشِکُ اَن یعمھم اللہ بعقاب

ترجمہ: لوگ جب منکر (گناہ گار) کو دیکھیں گے اور اسے روکنے کی کوشش نہیں کریں گے تو عنقریب اللہ تعالی ان سب پر عذاب نازل کرے گا۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 305)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب زنا کسی بستی میں عام ہو تو انہوں نے اس عذاب کو اپنے اوپر حلال کر لیا جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 463)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ میں غزوہ تبوک (کے دن) نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم کی خدمت (اقدس) میں حاضر ہوا جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے تو:

فَقَالَ اعدُد سِتًّابَینَ یدیِ السَّاعَۃِ مَوتِی ثُمَّ فَتحُ بَیتَ المَقَدَّسِ ثُمَّ مَوتَانُ' یَّاخُذُ فیکُم کَقُعَاصِ الغَنَمِ،ثُمَّ استِفَاضَۃُ' المَالِ حتی یُعطِی الرَّجُلُ مِائَۃَ دِینَارٍفَیَظَلُّ سَاخِطًاثُمَّ فِتنَۃُ' لَا یَبقِی بَیتُ'مِن العَرَبِ اِلَّا دَخَلَتہُ ثُمَّ ھُدنَہُ' تکُونُ بَینکُم وَ بَینَ بَنِی الاصفِرَ فَیَغدِرُونکُم تَحتَ ثَمَانِینَ غَایَۃً تَحتَ کُلِّ غَایَۃٍ اثْنَاعَشَرَا الفًا

ترجمہ: فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ قیامت سے پہلے چھ چیزیں گن لو (جو لازمی ہو کر رہیں گی) میرا پردہ فرمانا، پھر بیت المقدس کی فتح، پھر عام موت جو تم میں بکریوں کی (وباء) کی طرح پھیلے گی، پھر مال کا بہہ جانا (یعنی کثرت) حتی کہ تم ایک شخص کو سو دینار (سونے کی کرنسی) دو گے، پھر بھی ناراض رہے گا پھر وہ فتنہ جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو گا ایسا کوئی گھر نہ ہو گا جہاں وہ فتنہ داخل نہ ہو گا (مراد قتل و غارت، بے حیائی، سیکولرزم اور لبرزم وغیرہ) پھر وہ صلح جو تم میں اور رومیوں (عیسائیوں) کے درمیان ہو گی، پھر وہ عہد شکنی کریں گے تو تمہارے مقابل اسی (80) جھنڈوں تلے آئیں گے اور ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار ہوں گے۔

(مشکوۃ، رقم الحدیث: 5180)

مندرجہ بالا حدیث میں نبی اکرم ﷺ ایسی بیماری کی خبر دے رہے ہیں جو تیزی سے اور کثرت سے پھیلے گی، لفظ قعاص سے مراد بکریوں کی وہ وبائی بیماری ہے جس سے بکری جلد مر جاتی ہے اور اس سے یہ مراد نہیں کہ جب ایک بکری دوسری کے قریب آئے گی یا اسے چھو جائے گی تو مر جائے گی، کیونکہ وہاں بھی بیماری کا لگنا اللہ عزوجل کے حکم سے ہے نہ کہ چھو جانے سے اگر ایسا ہوتا تو بکریوں کا ریوڑ چلتا ہی ٹکرا ٹکرا کر ہے اس لحاظ سے کوئی بکری نہیں بچنی چاہیئے تھی مگر چند ایک مرتی ہیں اور اکثر بچ جاتی ہیں لیکن کیوں اس لیے کہ ہر ذی روح کے اندر اینٹی بوڈیز(Antibodies) ہوتی ہیں جو بیماریوں کے خلاف لڑنے کی قوت رکھتی ہیں۔

یہ واقع ایک مرتبہ دور عمر رضی اللہ تعالی عنہ میں بھی ہو چکا ہے جب طاعون ملک شام میں بستی کی طرف بھیجا گیا حتی کی تین دن میں ستّر (70) ستّر افراد خالق حقیقی سے جا ملتے تھے۔ چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم تا قیامت مینار نور ہے اسی لیے کرونا وائرس کا آنا بھی اسی فرمان عالیشان کے تحت ہے، جس کا مشاہدہ نبی اکرم ﷺ اپنی منور نظر سے کر رہے تھے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے برتنوں کو ڈھکو اور مشکوں کا منہ باندھ دو، کیونکہ سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وباء (ایسی بیماری جو کثرت سے موت کا سبب بنتی ہے) نازل ہوتی ہے اور وہ برتن میں سرایت کر جاتی ہے جو ڈھکا ہوا نہ ہو یا جس کا منہ کھلا ہوا ہو۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث:5138)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اللہ کا نام لے کر دروازہ بند کر دو، کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا اور اللہ کا نام لے کر چراغ بجھا دو (شیطان اسے جلا نہیں سکتا اور حادثے کا شکار نہیں کر سکے گا) اور اللہ کا نام لے کر اپنے برتن ڈھانپ دو (اس میں بیماری سرایت نہیں کرے گی) خواہ اس پر لکڑی ہی رکھ دو۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 131)

اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ سال میں ایسا دن ہوتا ہے جس میں وباء نازل ہوتی ہے، لیث نامی راوی نے کہا ہمارے ہاں کے عجمی لوگ اس وباء سے کانون اوّل (یعنی دسمبر) میں بچتے ہیں (شرح مسلم)۔ یہی وجہ ہے کہ انسانوں کی لاپرواہی سے مختلف بیماریاں جنم لیتی ہیں، پھر یہ کہ دسمبر 2019 میں ہی کرونا وبا کا پہلا کیس (نمونہ، case) منظر عام پر آیا۔ اسلام کتنا خوبصورت دین ہے کہ زندگی میں آنے والے مصائب سے آگاہ بھی کرتا ہے اور اس کو دافع کرنے کا حل بھی بتاتا ہے، ان مندرجہ بالا روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیماری چھونے سے نہیں پھیلتی مگر اللہ کے حکم سے پھیلتی ہیں اور چیزوں میں سرایت کر جاتی ہیں جس سے وہ موت کا سبب بنتی ہیں، یہی وجہ چائنہ کے لوگوں میں وباء کا سبب بنی، جب اوغور کے مسلمانوں پر قیامت ڈھائی گئی تو مار کیٹ

میں جو کوئی شخص چل رہا ہوتا یا کچھ کھا پی رہا ہوتا تو اسی حالت میں چلتے چلتے گم ہو جاتا، کیونکہ اللہ نے عذابی شکل میں ان کی اشیاء خورد نوش میں اس کرونا وباء کو شامل کر دیا۔

لاعدوی

(بیماری غیر متعدی ہوتی ہے)

لوگوں میں سے کچھ اس طرف گئے ہیں کہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے اس لیے تندرست کے پاس بیمار کولانا مکروہ اور موت کا سبب ہے، لحاظہ اس سے فرار اختیار کرنا چاہیے،ان لوگوں نے اس سلسلہ چند حدیثوں سے استدلال کیا ہے جو ذیل میں پیش کی گئیں ہیں۔اسی طرح اس بات پر طبیبوں اور اہل سائنس نے یقین کیا ہے کہ بیماری اُڑ کر یا چھو جانے سے ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے،جب ان سے پوچھا گیا کہ کیسے تو انہوں نے کہا ہمارا تجربہ یہ کہتا ہے۔کچھ لوگوں نے کہا کہ کیونکہ سائنس و عقل سے ثابت ہو رہا ہے کہ بیماری پھیلتی ہے تو ہم یہی مانیں گے میں ان سے کہتا ہوں کہ ڈاکٹروں سائنسدانوں کے حکم کو وہ مانیں جو غیر مسلم ہیں پھر تو بات سمجھ آتی ہے لیکن جب ایک مسلمان نبی اکرم ﷺ کے فرمان کو ٹھکرا کر سائنس کے پیچھے چلے تو وہ بدبخت ہی ہو گا اور پھر یہ کہ اُس ہستی کے فرمان کو ٹھکرایا جا رہا ہے جس کو دنیا جہاں کے سب طبیبوں سے زیادہ علم طب حاصل ہے اور جس کو سکھانے والی خود رب عزوجل کی ذات ہے ارشاد باری تعالٰی ہے۔

الرحمن ۝ علم القران (سورہ الحمن،آیت 1،2)

ترجمہ:وہ رحمن ہے جس نے سیکھایا اپنے بندے کو قرآن۔

قرآن میں تو ویسے بھی ذرے ذرے کا علم رکھا گیا ہے تو کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وباؤں کا علم نہ دیا گیا ہو گا؟ بہر حال یہ جاہل وضیعف الاعتقاد لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ڈاکٹروں کے حکم کو نبی اکرم ﷺ کے حکم پر فوقیت دیں، مومن تو ہوتا ہی وہ ہے جو ایمان لاتا ہے چھپی باتوں پر من وعن جیسا اللہ وعزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم آجائے۔

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ(سورہ البقرہ،3)

ترجمہ:وہ جو ایمان لائیں چھپی (باتوں) پر

اس باب میں ہم نے قرآن وسنت اور عقلی و نقلی دلائل درج کیے ہیں، یہاں ہم نے مخالفین کے دلائل و استدلال کو نقل کرنے کے بعد ان کے جواب بھی اسی کے ساتھ درج کیے ہیں اور ساتھ ساتھ قوسین (Brackets) لگا کر وضاحت پیش کی ہے جو حق کو واضح کر دیتی ہیں۔دین اسلام کے لحاظ سے اس مسئلہ کو

سمجھنے کے لیے ایک اور چیز جس کی ضرورت ہے وہ تقدیر الہی ہے ذیل میں ہم نے تقدیر کے متعلق بھی کچھ درج کر دیا ہے۔

تقدیر کیا ہے؟ تقدیر یہ ہے کہ مخلوق کے ہر نفع نقصان ،اس کے زمانہ (زندگی، موت) اس کے محل (رہنے کی جگہ) اس کے ثواب وعذاب کی مقرر کردہ حد جو اللہ عزوجل نے قائم کر دی ہے اس کو تقدیر کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا (سورہ التوبہ،آیت51)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ ہمیں ہرگز نہیں پہنچتا مگر وہ جو اللہ نے (ہمارے مقدر میں) لکھ دیا ہے

تقدیر اللہ عزوجل کے علم ازلی سے ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہونے والا ہے وہ سب اللہ عزوجل کے ہاں لکھا ہوا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے۔
(صحیح بخاری، جلد دوئم مطبوعہ کراچی، صفحہ:976)

یاد رہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لائے اور تقدیر کے بارے میں بحث نہ کرے کہ یہ ایمان کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تقدیر کا منکر اور شراب کا عادی جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(للسنۃ ابن ابی عاصم، رقم الحدیث:246)

حضرت ابو محجن شقفی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر تین باتوں کا خدشہ ہے، ستاروں پر یقین، تقدیر کی تکذیب اور سلاطین (حکمرانوں) کا ظلم۔
(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ ابو محجن شقفی رضی اللہ تعالی عنہ)

روایت ہے کہ مروان بن حکم نے حضرت ابو موسی الحکمی رضی اللہ تعالی عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ ﷺ کے زمانے میں تقدیر پر گفتگو ہوئی تھی؟ انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تک یہ امت تقدیر کی تکذیب نہیں کرئے گی جو کچھ اس کے پاس ہے (یعنی ہدایت) اس پر قابض رہے گی (یعنی جیسے ہی تقدیر کی تکذیب کرئے گی تو گمراہ و رسوا ہو جائے گی)۔
(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ ابو موسی الحکمی رضی اللہ تعالی عنہ)

امام مسلم یحییٰ بن یعمر سے روایت کرتے ہیں کہ کہ یحییٰ نے بیان کیا کہ جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ معبد جُہنی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ میں رہتا تھا۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث:1,2)
جو شخص وباؤں کو تقدیر الہی نہیں مانتا اس کی تو عبادت بھی قبول نہیں ہوتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں کا کوئی فرض و نفل اللہ عزوجل قبول نہیں فرماتا، عاق (ایسا شخص جسے والدین نافرمانی کے سبب جائیداد سے دور کردیں اور اسے اس کا حصہ نہ دیں) اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور ہر نیکی وبدی (وباؤں اور تکلیفات) کو تقدیر الہی نہ ماننے والا۔
(العلل المتناہیۃ، رقم الحدیث:239)

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ بن صامت نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہا اے میرے بیٹے تو ہرگز ایمان کی حقیقت کی حلاوت نہیں پائے گا یہاں تک کہ تو یہ جان لے کہ تجھے جو کچھ (تکلیف یا مال وغیرہ) پہنچا وہ تجھ سے ہرگز چھٹنے والا نہ تھا اور جو تجھ سے رہ گیا وہ ہرگز تجھے ملنے والا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پہلی چیز جو اللہ تعالی نے پیدا کی وہ قلم ہے پھر اس سے فرمایا کہ لکھ اس نے کہا کہ اے میرے رب میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہر چیز کی تقدیر لکھ یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے اے میرے بیٹے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اس (اعتقاد ویقین کے بغیر) مر گیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔
(سنن ابی داؤد، جلد سوئم رقم الحدیث:1274)

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کے متعدد صحابہ سے ملاقات کی ہے وہ کہتے تھے ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے اور میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے یہاں تک کہ عجز اور قدرت یا قدرت اور عجز۔
(صحیح مسلم، جلد سوئم رقم الحدیث:2254)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قوی مسلمان اللہ تعالی کو زیادہ پسند ہے ناتواں مسلمان سے، ہر بھلائی میں تو حرص کر پھر اگر تو مغلوب ہوجائے تو کہہ اللہ تعالی کی تقدیر ہے اور جو اُس نے جو چاہا وہ کیا اور ہرگز اگر مگر مت کر "اگر" شیطان کا دروازہ کھولتا ہے جب (عقیدہ) اس طور سے ہو کہ تقدیر پر بے اعتمادی نکلے اور انسان کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ ہمارے فلاں کام کرنے سے یہ آفت آئی۔
(سنن ابن ماجہ، جلد سوئم، رقم الحدیث:1049)

حضرتِ سیّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی ایمان کیا ہے؟ارشاد فرمایا:
تُو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر،اُس کے فرشتوں،اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں، مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور اچھی بُری تقدیر پر ایمان لائے۔

(صحیح مسلم،رقم الحدیث:8)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس اُمّت میں بعض لوگوں کو دھنسا دیا جائے گا اور بعض کی صورتوں کو بگاڑ دیا جائے گا یا ان پر پتھر برسائے جائیں گے،یہ لوگ تقدیر کے منکر ہوں گے۔

(جامع ترمذی،رقم الحدیث،2159)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر امت میں مجوسی(آگ کے پجاری)ہوتے تھے اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو کہیں گے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک نہ ہونا اور جو ان میں سے بیمار پڑے اس کی عیادت نہ کرنا،وہ دجال کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالی پر حق ہے کہ وہ انہیں دجال کے ساتھ ملا دے۔

(صحیح ابوداؤد رقم الحدیث:4692)

اعتراض: یہ حضرات اس سلسلہ میں اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ (ملک) شام کی طرف گئے، جب سرع (ایک مقام کا نام) پر پہنچے تو اجناد کے لوگوں میں سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھیوں نے اُن (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ) سے (شام کے داخلی راستے پر) ملاقات کی اور یہ بتایا کہ شام کی بستی میں طاعون کی وباء پھیل گئی ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ (راوی حدیث) نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے (مجھے) مہاجرین اوّلین کو بلانے کا حکم دیا، میں نے اُن کو بلایا، آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے اُن سے مشورہ کیا اور اُن کو یہ بتایا کہ شام میں وبا پھیل گئی ہے، اس مسئلہ میں ان کا اختلاف ہوا (یعنی ایک دوسرے سے مختلف رائے دی) بعض نے کہا آپ رضی اللہ تعالی عنہ ایک کام کے لیے نکلے ہیں اور ہمارے خیال میں اب آپ رضی اللہ تعالی عنہ (تقدیر الٰہی پر یقین کریں اور آپ) کا واپس جانا درست نہیں ہے، بعض نے کہا کہ آپ کے پاس متقدمین اور اصحاب رسول ﷺ موجود ہیں اور ہمارے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ ان (عظیم ہستیوں) کو وبائی علاقے میں لے کر جائیں (ہو سکتا ہے کہ حکم رب تعالی سے بیماری لگ جائے اور ہم ان سے محروم ہو جائیں)، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اچھا آپ لوگ جائیں پھر (راوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے) فرمایا کہ میرے پاس انصار صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کو بلاؤ، میں نے انصار کو بلایا، پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے مشورہ کیا، انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اپنی رائے کا اظہار کیا اور اسی طرح مختلف آراء پیش کیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کہا آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں پھر (راوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں مجھ سے) فرمایا قریش کے ان بزرگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے (راوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں) ان میں سے دو نے بھی اختلاف رائے نہ کیا اور کہا ہماری رائے میں آپ واپس لوٹ جائیں اور لوگوں کو وبائی علاقہ میں نہ لے جائیں، بلآخر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اعلان کروادیا کہ میں صبح کو سوار ہو جاؤں گا، سو (اگلے دن) جانے کے لیے لوگ بھی سوار ہو گئے، حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کیا آپ اللہ عزوجل کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کاش یہ بات تمہارے سوا کسی اور نے کی ہوتی (اے عبیدہ رضی اللہ تعالی عنہ مجھے تم سے یہ اُمید نہ تھی)، (راوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اختلاف کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے، (اور اس لیے ان سے فرمایا) ہاں ہم اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں، مجھے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز و شاداب ہو اور دوسرا بنجر اور ویران ہو، اب تم اگر سرسبز پر اپنے اونٹ چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر (سے ہو سکتا) ہے اور خشک پر چراؤ تو وہ بھی

اللہ عزوجل کی تقدیر(سے ہو سکتا) ہے ، (راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں)اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ آگئے انہوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کا علم ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب تم (کسی علاقے میں) وباء کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تمہارے علاقے میں پھیل جائے تو اس وباء سے فرار کے لیے وہاں سے نہ نکلو(کہ ایسا کرنا گناہ اور تقدیر کے بر خلاف ہے) حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس لوٹ گئے۔
(صحیح مسلم رقم الحدیث،5668,5669,5671)(طحاوی جلد چہارم،رقم الحدیث: 1199, 1201)(صحیح ابن حبّان،رقم الحدیث:2953)

الجواب: مندرجہ بالا حدیث سے وہ طبقہ جو یہ یقین رکھتا ہے کہ بیماری متعدی ہوتی ہے یہ استدلال کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عمل سے پتا چلتا ہے کہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی ہے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ شام کے وبائی علاقے میں داخل نہ ہوئے، یہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا عقیدہ ہے اور دوسرا یہ کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے یہ واضح کر دیا کہ جہاں وباء پھیلی ہو وہاں نہ جاؤ، اس سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی یہ جانتے تھے کہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ میں ان لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کی پیش کردہ دلیل از خود آپ لوگوں کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جب تم کسی علاقے میں وباء کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر یہ وباء تمہارے علاقے میں پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو" آپ لوگ حدیث کے آدھے حصے کو دلیل بنا رہے ہیں آدھے کو حذف کیے جا رہے ہیں یہ کہاں کی منطق(Logic) ہے؟ حدیث کا یہ دوسرا حصہ ہمارے موقف کی تائید کر رہا ہے وہ یہ کہ " اگر وباء تمہارے علاقے میں ہو تو وہاں سے نہ نکلو" (نعوذ باللہ) یہ تو ہر گز نہیں ہو سکتا کہ رحمت اللعالمین ہونے والی ذات اپنی امت کے اُن بندوں کو تو بچنے کا کہیں جو ابھی وبائی علاقے میں داخل ہی نہیں ہوئے اور جو وبائی علاقے میں ہیں ان کو مرنے دیں۔ اس کا معنٰی یہ ہے کہ وہاں سے فرار(flee) اختیار نہ کرو کیونکہ موت اللہ کے حکم سے ہی آتی ہے اور تب کہ جب وہ تمہاری تقدیر میں وباء سے ہی لکھ دی گئی ہو ورنہ وبائی علاقے میں وباء سے بھی موت نہیں آتی، اس میں دوسری حکمت یہ کہ وبائی علاقے سے فرار سے اس لیے روکا گیا کہ اگر کوئی شخص وبائی علاقے سے فرار(flee) کر کے نکلتا ہے تو بچ جاتا ہے تو وہ یہ کہے گا کہ میں اس لیے بچ گیا کہ میں اس علاقے سے نکل آیا اور اگر میں نہ نکلتا تو میں بھی اوروں کی طرح موت کا لقمہ بن جاتا۔ اس شخص کے ایسا کہنے سے وہ تقدیر پر یقین کھو بیٹھے گا جو اس کے ایمان کے خاتمے کا سبب بنے گا۔ تیسرا یہ کہ وبائی علاقے سے فرار گناہ کبیرہ ہے اور یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں پر وبائی علاقے سے فرار اختیار کرنے پر موت مسلط کر دی تھی جو ہم آگے چل کر اسی رسالہ میں نقل کریں گے۔ وبائی علاقے میں داخلے سے اس لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ اگر کوئی شخص وبائی علاقے میں داخل ہوا اور اسے اللہ کے

حکم سے یہ بیماری لگ جائے تو وہ یہ کہے گا کہ اگر میں اس علاقے میں داخل نہ ہوتا تو بیماری سے بچ جاتا جس سے وہ تقدیر پر یقین کھو بیٹھے گا۔ سید عالم ﷺ نے طاعون (اور وبائی امراض جیسا کہ کرونا وغیرہ) سے فرار حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر تندرست بھاگ جائیں گے تو بیمار ضائع ہو جائیں گے۔ وباؤں سے مسلمان کیونکر بھاگیں حالانکہ کے ان کے لیے ان میں مرجانا بھی شہادت ہے، مسند امام احمد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل الامین علیہ السلام طاعون اور بخار لے کر حاضر ہوئے میں نے بخار مدینہ میں رکھ لیا اور طاعون شام میں بھیج دیا تو طاعون میری امت کے لیے شہادت و رحمت ہے اور کافروں پر عذاب ہے

(بحوالہ: مسند احمد، عن ابی عسیب رضی اللہ تعالی عنہ)

رہی بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو انہوں نے بھی اسی وجہ سے لوگوں کو واپس روانگی کا حکم دیا کہ کہیں ان لوگوں میں سے بھی کسی کے دل میں یہ نہ خیال گزر جائے کہ ہمارا یہاں آنا موت کا سبب بنا اور یہ کہ ان کے ساتھ متبرک صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین بھی تھے اور وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ ان میں سے کوئی وصال فرما جائے اور زمین اللہ کے نبی علیہ السلام کے متبرک صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی برکت سے محروم ہو جائے۔ ویسے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس الزام سے برأت کا اظہار کیا کرتے تھے کہ وہ زمین شام کے علاقے میں طاعون سے بھاگے چنانچہ حضرت زید بن اسلم، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ عزوجل لوگوں کے (میرے بارے میں) تین خیال ہیں کہ میں نے طاعون سے فرار اختیار کیا میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں (ان کا خیال) ہے کہ میں نے ان کے لیے طلاء (خمر، ایک قسم کی شراب) کو حلال کیا اور یہ کہ میں نے ان کے لیے ٹیکس کو حلال قراد دیا میں اس بات سے بھی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1241)

امام ابن حبّان رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد اس کے تحت فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ نے کچھ چیزوں کی تعریف بیان کی ہو اور آپ ﷺ کا مقصد یہ ہو کہ امت اس پر عمل کرے اسی طرح آپ ﷺ نے کچھ چیزوں کی مذمت بیان کی ہو اور آپ ﷺ کی مراد یہ ہو کہ یہ امت اس نوعیت کے کاموں کے ارتکاب سے بچ جائے اور آپ ﷺ نے کوئی صفت بیان کی ہو اور آپ کا ارادہ یہ ہو کہ یہ امت اس سے عبرت حاصل کرے۔

(صحیح ابن حبّان، زیر رقم الحدیث: 2912)

اعتراض: یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے لوگوں کو طاعون والی جگہ سے نکلنے کا حکم دیا اور تمام صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالی اجمعین نے اُن کی موافقت کی نیز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مثل روایت کیا(اس علاقے میں داخل نہ ہو جہاں طاعون ہو۔۔)

(طحاوی جلد چہارم، رقم الحدیث:1204)

اسی طرح حضرت عمر کے حوالے سے ایک اور اعتراض بیماری کے متعدی ہونے کے حوالے سے کیا جاتا ہے وہ یہ کہ حدیث شریف میں ہے ،ایک عورت کعبہ معظمہ کا طواف کر رہی تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سے فرمایا:

یا اٰمة اللہ لا توٴذی الناس لو جلست فی بیتکَ

ترجمہ: اے اللہ کی بندی ! لوگوں کو ایذا نہ دے اچھا ہو کہ تو اپنے گھر میں بیٹھی رہے پھر وہ اپنے گھر سے نہ نکلی۔

(طحاوی جلد چہارم، رقم الحدیث:1204)

حضرت عمر کے حوالے سے ایک اور متعلقہ اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

ان عمرابن الخطاب قال للمعیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنه اجلس منی قید رمح و کان به ذالک الداء وکان بدریا

ترجمہ: حضرت میعقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اہل بدر میں سے ہیں انھیں یہ مرض (طاعون) لاحق تھا امیر المومنین رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے فرمایا: مجھ سے ایک نیزے کے فاصلے پر بیٹھ۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث:28504)

ان مندرجہ بالا حدیثوں سے وہ لوگ جو یہ اعتقاد (یقین) رکھتے ہیں کہ بیماری متعدی (ایک دوسرے سے لگ جانے والی) ہوتی ہے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے طاعون والی جگہ سے نکلنے کا حکم دیا لحاظہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیماری ایک دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ سب صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین اسی عقیدے پر تھے کہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی ہے، تیسرا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کو جو طاعون کی بیماری میں لاحق تھی اسے کہا کہ گھر واپس چلی جا کہ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے (یعنی بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی

ہے)، چوتھا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے ساتھ نہ کھلایا بلکہ ایک نیزے (چھ فٹ کے فاصلے پر بیٹھایا) جو بیماری کے متعدی ہونے اور سماجی فاصلے (Social Distance) کو ثابت کرتا ہے جس کی آج ہم بات کرتے ہیں۔

الجواب: یہ سب جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں، حضرت عمر کا طاعون والی جگہ سے فرار نہیں تھا بلکہ حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں تھا کہ اس جگہ داخل نہ ہو جہاں طاعون ہو تا کہ تمہارے ذہن میں غلط تخیلات پیدا نہ ہوں، فرار تو ہوتا ہے تب بندہ جب ایک جگہ میں ہو اور وہاں سے بھاگ نکلے جب حضرت عمر اس علاقے میں داخل ہی نہ ہوئے تو پھر فرار کیا؟ دوسرا یہ کہ سب صحابہ اکرام رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عمر کی موافقت کی بشمول حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، ہم یہ کہتے ہیں سب غلط اور اس کی کچھ حقیقت نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابی) سے بعض ساکنان (رہائشی) موضع جرش (علاقہ کا نام) نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالی عنہ نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جذامی (وہ شخص جسے کوڑھ کی بیماری لگی ہو) سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہو وہ ایک نالے میں اترے تو تم دوسرے نالے میں اترو" محمود بن لبید انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ (میں نے ان سے کہا کہ) اگر عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) نے حدیث بیان کی ہے تو غلط نہیں کہتے ہوں گے۔ پھر جب میں مدینہ منورہ آیا اُن (حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا اور اس حدیث کے متعلق پوچھا جو اہل جرش نے آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے یوں نقل کی تھی، تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

كذبوا والله ما حدثهم هذا

ترجمہ: اللہ کی قسم انہوں نے جھوٹ کہا میں نے یہ حدیث بیان نہیں کی۔

میں نے تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا ہے کہ پانی اُن کے پاس لایا جاتا وہ معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ کو دیتے معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ پی کر اپنے ہاتھ سے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیتے امیر المومنین رضی اللہ تعالی عنہ ان کے منہ رکھنے کی جگہ اپنا منہ رکھ کر پانی نوش فرماتے، میں سمجھتا ہوں کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اس لئے کرتے تھے کہ بیماری اُڑ کر لگنے کا خطرہ ان کے دل میں نہ آنے پائے۔

(کنز العمال، رقم الحدیث: 28500)

روایت میں مزید ہے کہ جس طبیب (ڈاکٹر) کے بارے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سنتے (کہ اس کے پاس طاعون کا کچھ علاج ہے) اس سے معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ کا علاج چاہتے۔ایک دفعہ دو طبیب یمن سے آئے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا تو وہ بولے اس کا علاج ہم سے نہ ہو پائے گا ہاں ایسی دوا بنا دیں گے کہ مرض ٹھہر جائے گا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فرمانے لگے عافیت و عظیمت ہے کہ مرض ٹھہر جائے اور بڑھنے نہ پائے انہوں (یعنی طبیوں) نے اندرائن کی شکل کے دو پھل منگوائے جو خربوزے کی شکل نما اور نہایت تلخ تھے پھر ہر پھل کے دو ٹکڑے کیے اور معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ کے پاؤں کے تلوؤں پر ملنا شروع کیے جب ایک ٹکڑا ختم ہوتا تو وہ دوسرا ملتے یہاں تک کے معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ کے ناک و منہ سے سبز رنگ کی کڑوی رطوبت نکلنے لگی اس وقت انہوں نے چھوڑ کر کہا اب یہ بیماری مزید نہ بڑھے گی۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم معیقیب رضی اللہ تعالی عنہ اس کے بعد ہمیشہ ٹھری حالت میں رہے تادم مرگ زیادتی نہ ہوئی۔(نوٹ: حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جن کے ہاتھ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی کنویں میں گر گئی تھی

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ حضرت معیقیب بن فاطمہ دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

الحمد اللہ اس مندرجہ بالا حدیث نے ثابت کر دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ ہی عقیدہ تھا کہ بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی،اسی طرح یہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی یہ عقیدہ تھا، رہا یہ اعتراض کہ بیماری کا متعدی ہونا سارے صحابہ کا عقیدہ تھا تو اس حقیقت سے بھی ہم پردہ چاک کر دیتے ہیں چنانچہ روایت ہے حضرت ابو السفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی کوئی لشکر ملک شام روانہ فرماتے توان سے یہ بیعت (عہد) لیتے کہ ایک دشمن کے نیزوں سے نہ بھاگنا دوسرا مقام طاعون سے نہ بھاگنا۔

(بحوالہ: مسند احمد، عن ابو السفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ماننا تھا کہ وبائی امراض ایک سے دوسرے کو نہیں لگتے لحاظہ ان سے فرار نہیں کرنا چاہیے ، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طبیبوں (ڈاکٹروں) کا وبائی امراض میں صبر و استقلال سے منع کرنا خیر و صلاح کے بر عکس ہے طبیبوں (ڈاکٹروں) کا وباء سے فرار کا حکم دینا ایسے ہی جیسے کوئی والدہ اپنے بچے کو استاد کی شدت و سختی دیکھ کر مکتب و مدرسہ (Learning Institutes) سے واپس بھاگ آنے کی ترغیب دے وہ اسے اپنے خیال باطلہ میں محبت کہتی ہے حالانکہ یہ صریح بد عقلی والٹی منطق ہے۔اس لیے کہ بیوقوفوں کی دوستی در

حقیقت دشمنی ہوتی ہے اور بدنصیب وہ بچہ جو ماں کی باطل شفقت کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھے اور استاد کی تاکید، سختی و شدت کو اپنے لیے قبول نہ کرے۔ اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وبائی امراض سے فرار نہ اختیار کرنے کا کہنا بھلائی امت محمدیہ ﷺ ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ارحم امتی بامتی ابو بکر

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت میں میری امت کے لیے مہربان ہیں

(مسند احمد، عن ابی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

چنانچہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں قوم ثقیف کے سفیر حاضر ہوئے اور کھانا پیش کیا گیا، وہ لوگ نزدیک آئے مگر ایک صاحب جو کہ اُس مرض (کوڑھ) میں مبتلا تھا الگ ہو گیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قریب آؤ وہ شخص قریب آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کھانا کھاؤ وہ کھانا کھانے لگا، قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (راوی حدیث) فرماتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا شروع کیا جہاں سے وہ مجذوم شخص نوالہ لیتا وہیں سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوالہ لے کر نوش فرماتے۔

(المصنف الابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 4587)(کنز العمال، رقم الحدیث: 28498)

لحاظہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر، محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کا بھی یہ ہی عقیدہ تھا کہ بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی اسی وجہ سے وہ مجذوم (کوڑھ والے) شخص کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے تھے ان سے چھ فٹ کے فاصلے پر نہیں بیٹھتے تھے جیسا کہ آج کل کے بے توکل لوگوں نے سماجی فاصلے (Social Distance) کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ افسوس ہے ایسے لوگوں کی سوچ پر جنہوں نے یہ بے باک نعرا بھی لگایا کہ "کرونا سے ڈرنا نہیں لڑنا ہے" اور یہ بھی کہا کہ چھ فٹ کا فاصلہ بھی بنائے رکھو، صد افسوس ان جہلا کی کیسی الٹی منطق (Logic) ہے۔ رہا وہ اعتراض جو حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے کیا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک نیزے (چھ فٹ) کے فاصلے پر بیٹھایا کرتے تھے تو اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس کے برعکس کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے

کہ ایک دفعہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستر خوان پر شام کے وقت کھانا لایا گیا لوگ حاضر تھے پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر ہوئے کہ ان (لوگوں) کے ساتھ کھانا تناول کریں ، حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابی رسول ﷺ سے (امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) فرمایا:

خذ ممایلیک ومن شقک فلوکان غیرک ما اکلنی فی صحفة ولکان بینی و بینه قید رمح

ترجمہ: اپنے قریب سے اور اپنی طرف سے لیجیے اگر آپ کے سوا کوئی اور اس مرض میں مبتلا ہوتا تو میرے سامنے ایک رکابی (پیالہ نما برتن لکڑی کا یا مٹی کا بنا ہوا) میں نہ کھاتا اور مجھ میں اور اس میں ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث:28501)

دوسری روایت میں یوں ہے:

اون فاجل وایم الله لوکان غیرک به الذی بک اما جلس منی ادنی من قید رمح

ترجمہ: قریب آکر بیٹھیں اللہ کی قسم دوسرا کوئی ہوتا تو ایک نیزے سے کم فاصلے پر میرے پاس نہ بیٹھتا۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث:28502)

اس مندرجہ بالا روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ بیٹھایا کرتے باوجود یہ کہ وہ وبائی مرض میں مبتلا تھے، ہو سکتا ہے کسی کہ ذہن میں ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص انہی کو اجازت دی، میں کہتا ہوں اگر بیماری کا متعدی ہونا ثابت ہوتا تو حضرت عمر اور معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرب سے بھی ہوتا کیونکہ بیماری شخصیات کو نہیں دیکھتی، باقی رہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عورت کو کعبہ کے طواف کے دوران واپس بھیجنا تو اس کا جواب یہ ہے اگر لوگ اسے دیکھیں گے تو لوگوں کو اس سے کراہت محسوس ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ اسے حقیر بھی جانیں جس سے اس عورت کے دل میں بھی یہ گمان گزر سکتا تھا کہ میں شاید دوسرے لوگوں سے کمتر ہوں اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کو گھر واپس جانے کو کہا۔

اعتراض: وہ لوگ جو بیماری کے متعدی (Contagious) ہونے پر یقین رکھتے ہیں وہ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجذوم (کوڑھ میں مبتلا شخص) سے بچنے کا حکم دیا اور اس سے فرار کا بھی حکم دیا ہے لحاظہ کرونا وائرس سے بھی فرار اختیار کرنا چاہیے، اس سلسلے میں وہ لوگ مندرجہ ذیل روایات پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ثقیف (قبیلہ) کے وفد میں ایک جذامی (کوڑھ وا چھوت کی بیماری میں مبتلا) شخص تھا نبی اکرم ﷺ نے اس کو پیغام بھیجا تم واپس لوٹ جاؤ ہم تم سے بیعت کر چکے ہیں۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5706)

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجذوم کو آتے دیکھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

يا انس اثن البساط لا يطأ عليه بقدمه

ترجمہ: اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! بچھونا اُلٹ دو کہیں یہ اس پر اپنا قدم نہ رکھ دے۔

(تاریخ البغداد اللخطیب: رقم الحدیث: 5423)

اسی طرح روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیان وادیِ عسفان پر گزرے وہاں کچھ لوگ مجذوم پائے گئے تو آپ ﷺ مرکب (سواری) کو تیز چلا کر وہاں سے تشریف لے گئے اور فرمایا:

ان كان شئ من الداء يعدى فهو هذا

ترجمہ: اگر کوئی بیماری اُڑ کر لگتی ہے تو وہ یہی (کوڑھ کی بیماری) ہے۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث: 28333)

مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتقو المجذوم كما يتقى الاسد

ترجمہ: جذامی سے بچو جیسے شیر سے بچتے ہو۔

(الجامع الصغیر، رقم الحدیث: 141) (التاریخ الکبیر، رقم الحدیث: 260)

فرمن المجذوم كفرارك من الاسد

ترجمہ: جذامی سے بھاگ جیسے شیر سے (خوف کھا کر) بھاگتا ہے۔

(الجامع الکبیر للسیوطی، رقم الحدیث: 14756)

اتقو صاحب الجذام کما یتقی السبع اذا ھبط و دیا فاھبطو غیرہ

ترجمہ: جذامی سے بچو جیسا درندے سے بچتے ہو، وہ ایک نالے میں اترے تو تم دوسرے نالے میں اترو
(کنزالعمال، رقم الحدیث: 28332)

کلم المجذوم و بینک و بینہ قدر مع او رمحین

ترجمہ: مجذوم سے اس طرح بات کر کہ تجھ میں اور اس میں ایک یا دو نیزے کا فاصلہ ہو
(کنزالعمال، رقم الحدیث: 28329)

لا تدیمو النظر الی المجذومین

ترجمہ: مجذوموں کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھو

(ابن ماجہ)

لا تحدوالنظر الی المجذومین

ترجمہ: جذامیوں کی طرف پوری نگاہ نہ کرو
(مسند ابی داؤد الطیالسی، رقم الحدیث: 2601)

لا تدیمو النظر الی المجذومین اذا کلمتوھم فلیکن بینکم و بینھم قدررمح

ترجمہ: جذامیوں کی طرف نظر نہ جماؤ ان سے بات کرو تو تم میں اور ان میں ایک ایک نیزے کا فاصلہ ہو
(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 2897)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاذا سمعتم بہ فی الارض فلاتدخلوھا

ترجمہ: اگر کسی جگہ طاعون (وباء) کے ظاہر ہونے کے متعلق سنو تو پھر ہرگز وہاں نہ جاؤ
(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 268,269,272)

الجواب: رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم کا مجذوم شخص سے دور رہنے کا حکم دینا اس کا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو خود مجذوم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

ان رسول اللہﷺ اخذبیدرجل مجذوم فادخلها معه فی القصعة ثم قال کل ثقة باللہ و توکل علی اللہ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی شخص کا ہاتھ پکڑا کر اپنے ساتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا اللہ پر تکیہ (اعتماد) اور اللہ پر ہی بھروسہ ہے (کہ بیماری اس کے حکم کے بغیر نہیں لگتی)۔
(جامع ترمذی، باب ماجائی الاکل مع المجذوم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک کوڑھی کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے پیالے میں رکھا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام سے اللہ تعالیٰ پر یقین کرتے ہوئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے کھا۔

(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث:1236)

الحمد اللہ ان مندرجہ بالا احادیث نے ثابت کردیا نہ صرف رسول اللہ ﷺ مجذوم شخص کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے تھے بلکہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھما کر یہ بھی بتاتے کہ بیماری اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو نہیں لگتی، ویسے بھی مندرجہ بالا حدیثیں جو پیش کی گئی اعتراض کے طور پر علماء نے کہا ان میں سے کسی کی سند حسن، کسی کی صالح اور اکثر کی ضیف ہے۔
اور رہا اس حدیث کا جواب کہ نبی اکرم ﷺ نے بچھونا الٹنے کا حکم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا تھا تو وہ اس لیے کہ طاعون اور جزام کے مریض کے زخموں سے زرد و سبز رنگ کی رطوبت نکلتی ہے جو نجس ہوتی ہے اس لیے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بچھونا الٹ دو تا کہ وہ ناپاک نہ ہوجائے ویسے بھی ان بیماریوں کے پلید و ناپاک ہونے کا حکم حدیثوں میں موجود ہے چنانچہ روایت ہے کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ (طاعون) پلیدی (ناپاک) ہے تم سے پہلے لوگوں کو پہنچی ہے جب یہ کسی شہر میں ہو اور تم وہاں ہو تو اس شہر سے فرار نہ کرو اور جب تم سنو کہ یہ کسی شہر میں آیا ہے تو وہاں نہ جاؤ۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث:280)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے طاعون کا ذکر کیا گیا تو (آپ ﷺ نے) فرمایا یہ ناپاک عذاب ہے جو ایک گروہ کو دیا گیا (اس کا) کچھ حصہ (اللہ کے حکم سے ابھی تک زمین پر) باقی ہے۔
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث:1211)

پھر اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ:

قال رسول اللهﷺ كل مع صاحب البلاء تو اضعا لربک و ایمانا

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بیماری لاحق ہے (یعنی صاحب بلاء) اس کے ساتھ کھانا کھا اپنے رب کے لیے تواضع اور اس پر یقین کی راہ سے۔
(شرح المعانی الآثار (طحاوی)، باب الاجتناب من ذی دار الطاعون)

رہا یہ سوال کہ حضور ﷺ نے شیر کی طرح وبائی مرض میں مبتلا شخص سے بھاگنے کا حکم دیا جو بیماری کے متعدی ہونے کو ثابت کرتا ہے تو اس کا جواب ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم ﷺ مجذوموں کے حق میں یہ فرماتے تھے کہ:

فروامنهم کفراكم من الاسد

ترجمہ: ان سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو

ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، ہرگز نہیں بلکہ آپ ﷺ یہ فرماتے:

لا عدوی فمن عادی الاول

ترجمہ: بیماری اُڑ کر نہیں لگتی جسے پہلے بیماری لگی اسے کس سے اُڑ کر لگ گئی؟
(کنز العمال، رقم الحدیث:28507)

حضرت عبد الرحمن بن شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو مرض لاحق ہوا جس سے آپ ﷺ بے چین تھے اور بستر پر کروٹیں بدلتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا (یا رسول اللہ ﷺ) اگر یہ بیماری ہم میں سے کسی نے آپ کو دی ہوتی (یعنی ہم میں سے

کسی سے اُڑ کر آپ کو لگتی) تو ہمیں اس پر غصہ (جلال) آتا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ہاں اے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا یہ بیماری تو اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے جو مومن پر دنیا میں) سختی ہوتی ہے۔
(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ،فی تذکرہ عبد الرحمن بن شیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ ﷺ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

ذالکم القدرفمن اجرب الاول

ترجمہ: یہ تقدیریں باتیں ہیں بھلا پہلے کو کس نے خارش زدہ کر دیا (الحدیث)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوکان شیٔ سابق القدر لسبقة العین۔

ترجمہ: اگر کوئی شے قضا ٔ وقدر سے آگے بڑھ جاتی تو نظر بد آگے بڑھ جاتی۔ (الحدیث)

اس سے ثابت ہوا کہ بیماری کا لگنا یا نہ لگنا تقدیر سے ہے۔ یہ اُڑ کر یا پھر چھونے سے ایک دوسرے کو نہیں لگتی، رہا یہ اعتراض کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجذوم کی طرف نگاہ جما کر نہ دیکھو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے ایسا کرنے سے بیمار کے دل میں یہ آئے گا کہ شاید میں اِس سے کمتر ہوں اور تمہیں بھی اس سے کراہت محسوس ہوگی جس کی وجہ سے تم بیمار شخص سے ہمدری کرنے اور اسے حوصلہ دینے کی بجائے مزید بزدل بنا دو گے اور وہ مزید نفسیاتی طور پر بیماری کا شکار ہو جائے گا کیونکہ بعض لوگ ظن و نفسیات اور شکی مزاج ہونے کی بنا پر بھی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے۔

انا عند ظن عبدی بی

ترجمہ: میں (رب عزوجل) بندے کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوتا ہوں۔ (الحدیث)

فیض القدیر میں حدیث نمبر 141 کے تحت ہے کہ:

بل الوھم و حدہ من اکبر اسباب الاصابة

ترجمہ: بلکہ اکیلا وہم، اسباب رسائی میں سے سب سے بڑا سبب ہے۔

اعتراض: بیماری کے متعدی ہونے پر یقین رکھنے والوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیمار کو تندرست کے پاس لانے سے منع کیا ہے چنانچہ اس پر مندرجہ ذیل روایات پیش کی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَایُوْرِدُ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ

ترجمہ: بیمار کو تندرست کے پاس نہ لاؤ

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5771)(صحیح مسلم، باب لاعدوی)

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے، ابو سلمہ (راوی) کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی حدیث (جو انہوں نے لاعدوی کے متعلق بیان کی وہ چھوڑ دی) ہم نے کہا کیا آپ نے یہ حدیث (لاعدوی) والی بیان نہیں کی کہ عدوی کوئی چیز نہیں، راوی کہتے ہیں (جب وہ انکار کر رہے تھے تو ہم اقرار کر رہے تھے) اس وقت انہوں نے جلال میں آکر حبشی زبان میں کچھ کہا (جس سے ان کا ہمیں خاموش کروانا مقصد تھا) ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اس (لاعدوی والی) حدیث کے علاوہ انہیں کچھ بولتے نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری، جلد سوئم، رقم الحدیث: 718,720)

حضرت ابن شہاب سے مروی ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بیماری متعدی (Contagious) نہیں ہوتی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے، حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دونوں حدیثیں بیان کرتے تھے اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قول سے کہ بیماری متعدی نہیں ہوتی خاموش ہوگئے اس بات پر برقرار رہے کہ بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے۔

(طحاوی جلد چہارم، رقم الحدیث: 1197)

ان راویات سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ بیماری متعدی (Contagious) ہوتی ہے اور یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی ماننا ہے۔

الجواب: اس مندرجہ بالا حدیث کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں اور امام ابو جعفر طحاوی نے اپنی طحاوی میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی (ایک سے دوسرے کو لگنے والا، Contagious) نہیں ہوتا اور وہ یہ حدیث (بھی اپنے بڑھاپے میں) بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَایُوْرِدُ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ

ترجمہ: بیمار کو تندرست کے پاس نہ لاؤ

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دونوں حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کرتے تھے پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا کہ "کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا" اور اس بیان پر قائم رہے کہ "کسی بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے" حارث بن ابی ذباب (یہ حضرت ابوہریرہ کے عم (چچا) زاد تھے) نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہم نے کہا کہ تم اس حدیث کے ساتھ ایک اور حدیث بیان کیا کرتے تھے جس کو اب تم نے بیان کرنا چھوڑ دیا ہے: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روایت کو پہنچاننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ "بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے" حارث اس سے مطمئن نہ ہوئے (اور اسے قبول نہ کیا) حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آگئے اور انہیں حبشی زبان میں کچھ کہا پھر حارث سے کہا تم جانتے ہو کہ میں نے تم سے کیا کہا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے میں نے کہا ہے کہ "میں انکار کرتا ہوں" (اس حدیث کے روایت کرنے سے جو تم مجھے بتا رہے ہو) ابو سلمہ کہتے ہیں مجھے اپنی زندگی کی قسم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ "کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا" میں نہیں جانتا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھول گئے یا ایک روایت نے دوسری کو منسوخ کر دیا۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5675) (طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1196)

اس حدیث سے روایت کا منسوخ تو ثابت نہیں ہوتا ہاں بلکہ یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ پہلی روایت کو بھول گئے تھے اور بھول جانے پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا بھول جانے سے روایت منقطع بھی نہیں ہوتی ورنہ وہ حدیث کی روایت سے انکار نہ کرتے بلکہ یہ کہتے کہ پہلی کو دوسری نے منسوخ کر دیا ہے، دوسرا یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت کو صحابہ و تابعین نے قبول نہ فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے یہ حدیث بیان کی کہ "کوئی مرض متعدی نہیں

ہوتا" پھر انہوں نے یہ روایت کی کہ "بیمار کو تندرست کے پاس نہ لے جاؤ" اور پھر پہلی روایت سے انکار کر دیا بظاہر تو یہ حدیث آپس میں ٹکراتی ہوئی نظر آتی ہیں اور یہ کہ سند کے لحاظ سے دونوں صحیح بھی ہیں سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان میں ٹکراؤ کیسے ختم کیا جائے؟ جس حدیث میں ہے کہ بیمار کو تندرست کے پاس نہ لے جاؤ اس سے یہ مراد ہو سکتا ہے کہ بیمار کو تندرست کے پاس اس لیے نہ لے جاؤ کہ کہیں تمہارے اسے قریب لے جانے سے وہ اللہ عزوجل کے حکم سے بیمار ہو جائے اور تمہارے دل میں یہ گمان وخیال گزرے کہ شاید میرے اسے قریب لانے سے بیماری پیدا ہوئی ہے اور تمہارے دل پر تقدیر سے متعلق شق و شبہات گزریں گے۔ جس حدیث میں ہے کہ کوئی مرض متعدی (پھیلنے والا) نہیں ہوتا اس سے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے عقیدہ کی نفی مراد ہے کیونکہ وہ لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ بیماریاں متعدی ہوتی ہیں، اس بات کو ہم نے آگے چل کر حدیث کی روشنی میں واضح کیا ہے اور یہ یقین رکھنا کہ بیماری بنفسہ متعدی نہیں ہوتی یہ تقدیر سے ہے۔ فرض کریں اگر حضرت ابوہریرہ کی اس روایت کو چھوڑ بھی دیا جائے تو دیگر صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی تو اس حدیث کو روایت کیا ہے جن میں حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت سائب بن یزید، حضرت انس بن مالک اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔ بلکہ یہ حدیث "بیمار کو تندرست کے پاس نہ لاؤ" منسوخ معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کی چند وجوہات ہیں کہ اس کا مواد و معنیٰ بظاہر زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے عقیدہ "مرض متعدی" ہوتا کہ زیادہ قریب ہے ،دوسرا یہ کہ صحابہ وتابعین نے اسے اپنے عمل سے نبی اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد جاری نہیں رکھا جیسا کہ ہم پچھلے اعتراضات میں واضح کر آئے ہیں کہ کسی صحابی کا بھی یہ عقیدہ نہیں کہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث "بیمار کو تندرست کے پاس نہ لاؤ" ابتداء اسلام کی ہو جب لوگ نئے نئے مسلمان ہو رہے ہوں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی عقل و فہم کے مطابق اور آہستہ آہستہ ان کی تربیت کرنے کے لیے یہ فرمایا ہو۔ ذیل میں چند حدیثیں ہم نے نقل کر دی ہیں جو اس حدیث کی نفی میں آئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نہ بدفالی (کی کچھ اصل) ہے اور نہ الو (کی نحوست کی کچھ اصل) ہے اور نہ بیماری کا متعدی ہونا، ایک شخص نے عرض کی کہ ایک خارشی بکری کو ریوڑ میں چھوڑا جاتا ہے تو ان (تندرست) بکریوں کو بھی خارش زدہ کر دیتی ہے تو نبی اکرم ﷺ یا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پہلی بکری کو کس نے خارش زدہ کر دیا؟

(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1217، 1218)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عَدْویٰ (بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا، Contagious)، صفر (پیٹ کے کیڑے)، اور ہامہ (الو کی نحوست) کوئی چیز نہیں ایک اعرابی (دیہاتی) نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے اونٹوں کو کیا ہے کہ وہ ریگستان میں (چل رہے) ہوتے ہیں گویا کہ وہ ہرن (کی طرح اچھلتے کودتے اور دوڑ رہے ہوتے) ہیں (اچانک کہیں سے) ایک خارش زدہ اُونٹ آتا ہے اور ان میں داخل ہو جاتا ہے اور سب کو خارش زدہ کردیتا ہے، آپ ﷺ نے (اس شخص کے عدوی کے متعلق اعتقاد اور منطقی (Logically) دلیل کارد کرتے ہوئے) فرمایا (پھر) پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کردیا؟
(صحیح بخاری، جلد سوئم، رقم الحدیث:668,718,720)
(صحیح مسلم، رقم الحدیث:5672,5674)(مسند احمد، رقم الحدیث:7755)

ہو سکتا ہے کہ کسی کے دل میں یہ آرہا ہو کہ پہلے اونٹ کو بھی کسی سے لگی ہو گی تو اس سے ہم یہ کہتے ہیں کہ پھر یہ بات تسلسل کی طرف جاتی ہے، جس کی آپ بات کرتے ہو اس اونٹ کو کس سے لگی؟ چلتے چلتے تم آخر یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ گے کہ کسی ذریعے سے تو وہ ذریعہ بتانا تمہاری ذمہ داری ہے تا کہ مرض کی جڑ پکڑی جاسکے، حقیقت یہ ہے کہ پہلے اونٹ کو اللہ عزوجل نے بیماری لگائی اور اسی طرح سب کو اللہ عزوجل ہی بیماری میں مبتلا کرتا ہے۔

صفر کیا ہے؟ بعض لوگوں نے مندرجہ بالا حدیث میں صفر سے مراد صفر کا مہینہ لیا کہ عرب لوگوں کا زُعم تھا کہ صفر میں بلائیں اور مصیبتیں اترتی ہیں یہی خیالات آج کل برصغیر (پاکستان، بھارت اور بنگلا دیش) کے لوگوں کا بھی ہے حالانکہ اس کی کچھ اصل نہیں اللہ عزوجل جب چاہے جہاں چاہے بلائیں اور مصیبتیں اتار سکتا ہے۔

اصل میں صفر سے مراد پیٹ کیڑے ہیں، عرب لوگوں کا زُعم تھا کہ پیٹ میں جو کیڑے پیدا ہوتے ہیں ان سے بھوک لگتی ہے اور بعض اوقات انسان ان کے کاٹنے سے مرجاتا ہے ان کیڑوں کو ہمارے ہاں ملپ کہا جاتا ہے اور ان سے لگنے والی بھوک کو کھو (تھوڑی تھوڑی دیر بعد کھانے کی طلب ہونا) کہا جاتا ہے۔، یہ ہلکے زرد رنگ کا کیڑا ہوتا ہے جو اکثر بچہ نانے کے راستے نکل جاتا ہے۔ حالانکہ ان کیڑوں کا پیدا ہونا نظام انہضام (Digestive Systems) کی خرابی کے باعث ہوتا ہے، لیکن یہ اٹل حقیقت ہے کہ یہ کیڑے موت کا سبب نہیں بنتے لحاظہ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صفر کی کوئی اصل نہیں۔

مروی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں نہ الو (کی نحوست) اور ستارے (کی وجہ سے زندگی کا بدلنا اور بارش کا ہونا اور چھپی باتوں کا علم ہونا) اور صفر (پیٹ کے کیڑوں سے موت) کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث:5678)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی(Contagious)نہیں ہوتا اور نہ بدشگونی(کالی بلی کا راستہ کاٹ جاناوغیرہ)اور نہ غول (جنّات کادھوکہ)کی کوئی حقیقت ہے۔
(صحیح مسلم،رقم الحدیث:5679)

الو کی نحوست کیا ہے؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایاالو کی نحوست کی کوئی اصل نہیں،ایسا اس لیے فرمایا گیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا یہ زُعم تھا کہ الو منحوس پرندہ ہے جس گھر میں الو آجائے وہاں ویرانے چھاجاتے ہیں یعنی موت واقع ہوتی ہے کیونکہ یہ ویرانے کو پسند کرنے والاپرندہ ہے۔

غول کیا ہے؟رسول للہ ﷺ نے فرمایاغول کی کچھ حقیقت نہیں،غول شیاطین جنّات کو کہتے ہیں جو انسانوں کو نظر آتے ہیں بعض اوقات ویرانوں وغیرہ میں ہوتے ہیں اور یہ کہ مختلف شکلیں بدل لیتے ہیں اور لوگوں کوراستہ بھٹکا کرہلاک کر دیتے ہیں،نبی اکرم ﷺ نے اس زُعم کو باطل قرار دیا کہ جنّات شکلیں بدل کرانسان کوراستے سے بھٹکاتے ہیں۔
بدشگونی کیا ہے؟حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی ہے اور مجھے نیک شگون(بھلائی کی امید رکھنا)اچھا لگتا ہے اور اچھی بات (کی امید رکھنا)اوریہی اچھی بات ہے
(صحیح مسلم،رقم الحدیث:5684,5686)

لحاظہ اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ بری بات کی امید رکھنا اس کاذہن میں خیال پیدا کرنا بدشگونی ہے،جیسا کہ ہمارے ہاں یہ کہاں جاتاہے کہ کالی بلی نے راستہ کاٹ لیا تو آج کچھ براہی ہوگا۔زمانہ جاہلیت میں عربوں کو زُعم تھا کہ وہ کچھ پرندوں اور جانوروں کو چھوڑتے ہیں اگر وہ دائیں جانب کی سمت حرکت کریں تو وہ اسے نیک شگون تصور کرتے تھے اور سفر کے لئے روانہ ہوتے اور اگر اس کے برعکس پرندے یاجانور بائیں جانب کی سمت حرکت کرتے تو سفر کے لیے روانہ نہ ہوتے۔اس عمل کو نبی اکرم ﷺ نے باطل قرار دیا،اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ذَاکَ شَئٌ یَجِدُہ، اَحَدُکُمْ فِیْ نَفْسِہ فَلاَ یُصَدَّنَّکُمْ

ترجمہ:یہ(بدشگونی)محض تمہارے دل کاخیال ہے تم اس کے درپے نہ ہو
(صحیح مسلم۔رقم الحدیث:5697)

ستارے کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی روشنی پھیلی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم زمانہ جاہلیت میں اس حادثہ (ستارہ کے ٹوٹنے) کے متعلق کیا کہتے تھے، صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کی اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ (ہماری ماضی و مستقبل کی غیبی خبریں) زیادہ جانتے ہیں ہم یہ کہتے تھے کہ آج رات کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا ہے اور کوئی بہت بڑا آدمی فوت ہوگیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے (اس زُعمِ باطل کو رد کرتے ہوئے فرمایا) ستارہ اس وجہ سے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی مرتا ہے یا کوئی پیدا ہوتا ہے لیکن ہمارا رب تبارک وتعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو حاملین عرش (فرشتے) سبحان اللہ کہتے ہیں پھر جو ان کے قریب آسمان والے فرشتے ہوتے ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی تسبیح (یونہی آگے بڑھتی ہوئی) آسمان دنیا کہ فرشتوں تب پہنچتی ہے پھر حاملین عرش کے قریب والے حاملین عرش سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا پھر وہ خبر دیتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے کیا فرمایا ہے پھر آسمان کے بعض فرشتے بعض کو بتاتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے) حتی کہ آسمان دنیا تک خبر پہنچ جاتی ہے پھر جنات (جو آسمان دنیا پر اُڑ رہے ہوتے ہیں) وہ اس بات کو (سن کر) لے اُڑتے ہیں اور اسے (اپنے عامل کاہنوں کے کانوں میں) پھونک دیتے ہیں (اس وقت فرشتے ان جنات کی چوری پر یہ ستارے ان کو مارتے ہیں جو ٹوٹے ہوئے محسوس ہوتے ہیں) اور پس اگروہ (کاہن) اس طرح خبر دیں (جس طرح انہوں نے جنات سے لی) تو وہ سچی ہوتی ہے لیکن وہ (کاہن) اس میں اپنی مرضی سے کچھ اور ملا دیتے ہیں۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5703)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ، ایک گروہ انصار سے، وہ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ (رات کے وقت) آسمان پر ایک ستارہ چھوٹا (یعنی ٹوٹ کر زمین کی طرف آتا دیکھائی دیا)، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تم (زمانہ جاہلیت میں) ستاروں کے چھوٹنے کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ ہم نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ ہم یہ خیال رکھتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی فوت ہوا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ستاروں کے چھوٹنے کا آدمیوں کی موت وحیات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالی کوئی حکم صادر فرماتا ہے تو حاملین عرش اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ بات اوپر سے چلتی آسمان دنیا تک آجاتی ہے۔ اس مقام پر

شیاطین الجن اس خبر کو جھپٹنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ آسمان کی اپنے چیلے چانٹوں کو پہنچا دیں اس پر (فرشتوں کے مارنے پر) ستارے ان کا تعاقب کرتے ہیں۔
(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت طارق شہاب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کیا کرتے تھے ایک دن انہوں نے ہم سے فرمایا اگر تم مجھ سے پوشیدہ (الگ، دور) رہو تو تم پر حرج نہیں بے شک میرے گھر میں طاعون پھیل گیا ہے تو تم میں سے جو آدمی اس سے بچنا چاہے وہ بچے اور دو باتوں سے پرہیز کرنا کہ کوئی کہنے والا کہے کہ (طاعون سے بھاگنے اور فرار) کر کے نکلنے والا نکل گیا اور بچ گیا اور بیٹھنے والا بیٹھا رہا تو اس وباء میں مبتلا ہو گیا (اور یہ سوچ نہ رکھے کہ) اگر میں بھی نکل جاتا تو آل فلاں کی طرح بچ جاتا یا کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میں بھی وہاں (وباء والی جگہ) بیٹھا رہتا تو مجھے بھی مصیبت پہنچتی جس طرح آل فلاں کو پہنچی ہے۔ (راوی کہتے ہیں کہ حضرت موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا) عنقریب میں تم سے بیان کروں گا کہ طاعون (وباء) کی صورت میں انسان کو کیا کرنا چاہیے میں ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا تو شام میں وباء پھیل گئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو (خط) لکھا جب میرا یہ خط ر تمہارے پاس پہنچے تو میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اگر یہ تمہارے پاس صبح کو پہنچے تو شام ہونے سے پہلے سوار ہو جانا اور اگر یہ خط شام کو پہنچے تو صبح ہونے سے پہلے سوار ہو کر میرے پاس آ جانا مجھے تم سے ایک کام ہے کہ اس کے لیے میں تم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مکتوب گرامی (خط) ملا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ امیر المومنین چاہتے ہیں کہ یہ لوگ باقی رہنے والے نہیں ان کو باقی رکھیں، چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کو (جواب) لکھا کہ میں مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ہوں میں آزمائش اور موہوم (انسانی آنکھوں سے نہ نظر آنے والی چیز، یعنی پوشیدہ) بات سے بھاگوں (ایسا ہو نہیں سکتا، میں تقدیر پر یقین رکھتا ہوں) میں اپنے آپ کو ان (لوگوں) سے ہرگز دور نہیں کروں گا (اور وباء سے فرار اختیار کر کے آپ کے پاس نہیں آؤں گا)۔ ہمیں امیر المومنین کی حاجت کا علم ہو چکا ہے (کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے متبرک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کو دنیا میں زیادہ دیر دیکھ کر برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور یہ کہ آپ بھی تقدیر پر ہی یقین رکھنے والے ہیں، بس آپ کو متبرک صحابہ کی حرص مجھے وہاں بلانے پر مجبور کر رہی ہے) لہذا اپنے عزم کو مجھ پر واضح کر دیجئے، (راوی کہتے ہیں) جب یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط ملا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (زار و قطار) رو پڑے اور پوچھنے لگے کہ کیا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا ہے؟ فرمایا گیا نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خط میں (جو حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا) اس میں یہ بات بھی لکھی تھی کہ سرزمین اُردن گہری ہے اور مقام جَابِیَہ عمدہ زمین ہے لہذا مسلمانوں کو مقام جابیہ میں

لے جاو تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جاؤ مسلمانوں کو ان کے ٹھکانوں میں متعین کر دو (تاکہ کوئی فرار اختیار نہ کرے) میں نے عرض کی کہ میں اس بات کی طاقت نہیں رکھتا فرماتے ہیں پھر وہ (خود سوار ہو کر چلے گئے) تو لوگوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اِسے طاعون نے آلیا ہے اور اُسے شہادت نصیب ہوئی اور طاعون پھیل گیا۔
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1202)

اس مندرجہ اب بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وباء والے علاقے سے کس وجہ سے نکلنے اور اس سے کس وجہ سے داخلے کی ممانت آئی۔
حضرت ثعلبہ بن یزید حمانی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَایُعْدِیْ سَقِیْمٌ صَحِیْحًا

ترجمہ: بیمار آدمی تندرست کو بیمار نہیں کرتا۔
(طحاوی، جلد چہارم۔ رقم الحدیث: 1216)

حضرت ابو سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیماری متعدی نہیں ہوتی۔
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1231)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور بدفالی کچھ نہیں ہے اور نیک شگون مجھے پسند ہے اور آپ ﷺ سے عرض کیا گیا نیک شگون کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اچھی بات (کی امید رکھنا)۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5685)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ الو کی کوئی اصل ہے اور نہ بدشگونی کی کوئی اصل ہے اور میں نیک فال کو پسند کرتا ہوں۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5687)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ بدفالی کی کوئی اصل ہے، نحوست صرف تین چیزوں میں ہوسکتی ہے عورت

(وہ جو کہ گھر کے امن کو برباد کرنے والی ہو اور شوہر کی نافرمان ہو) گھوڑے میں (جو کہ جہاد و دیگر نیک کاموں کے لیے استعمال نہ ہو) اور مکان (جو کہ دوسروں کے فخر کرنے کے لیے بنایا گیا ہو)۔ حضرت ابوامامہ، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بیماری متعدی نہیں ہوتی اور فرمایا پہلے کو بیماری کس سے لگ گئی؟

(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1235)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، نہ بدشگونی ہے، نہ صفر نہ الو کی کوئی اصل ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5673)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ غول اور صفر کی کوئی حقیقت ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5680)

حضرت عطیہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نہ بیماری متعدی ہوتی ہے اور نہ بدفالی کی کوئی حیثیت ہے۔

(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1267)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، نہ صفر اور غول کی کوئی حقیقت ہے (راوی) ابو زبیر نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "صفر کی کوئی اصل نہیں" کی یہ تفسیر کی کہ صفر سے مراد پیٹ ہے اور ان سے کہا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے کہا کہ پیٹ کے کیڑے، ابو زبیر نے کہا کہ انہوں نے غول کی تفسیر نہیں کہ اور ابو زبیر نے کہا کہ غول سے مراد وہ (شیطان) جن ہے جو مسافروں کو ہلاک کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5681)

الحمد اللہ ان مندرجہ بالا حدیثوں نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی رہا یہ کہ بیمار کو ایک سے دوسرے کے پاس لایا جا سکتا ہے؟ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیماری اُڑ کر نہیں لگتی اور تندرست جانوروں کے پاس بیمار کو نہ لایا جائے اور تندرست جانور والا جہاں چاہے لے جائے (چاہے بیمار جانور کے پاس بھی)، عرض کی گئی

ایسا کیوں ہے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے لوگ برا مانیں گے انھیں ایذا ہو گی (کہ شاید اس کے بیمار جانور سے میرا تندرست جانور بیمار ہو جائے گا)۔
(سنن الکبری، باب لا یورد ممرض علی مصح)

لحاظہ مندرجہ بالا حدیث نے ثابت کر دیا کہ جب تندرست جانور والا شخص اپنے جانور کو بیمار کے پاس لے جا سکتا ہے تو اس سے بیماری نہیں بڑھتی اور حدیث یہ بھی واضح کر رہی ہے کہ جب بیمار کو تندرست کے پاس نہیں لایا جا سکتا تو پھر تندرست کو بیمار کے پاس لانا بھی تو ایک ہی مطلب ہے، نبی علیہ الصلوۃ والسلام تندرست کو بیمار کے پاس لے جانے کی اجازت دے رہے، کیا یہ دونوں باتیں ایک نہیں ہیں؟ کہاں اوندھے جاتے ہیں وہ جو کہ یقین رکھتے تھے کہ بیماری متعدی ہوتی ہے۔
بیمار کو تندرست کے پاس لانے کی وجہ جو ہم شروع سے بیان کرتے آرہے وہ بھی حدیث کی روشنی میں الحمد اللہ واضح ہو گئی کہ وہاں قریب نہ لانا صرف تکلیف کے باعث اور لوگوں کی بد اعتقادی کے باعث ہے ،ہاں اگر دونوں بیمار اور تندرست جانور والوں کا اعتقاد یہ ہے کہ بیماری اللہ کے حکم سے ہی لگتی ہے تو وہ بیمار اور تندرست جانور کو قریب لا سکتے ہیں شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ اکثر بیمار جانور جب تندرست کو کھاتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ بھی کھانا شروع کر دیتا ہے اور جس کے باعث اللہ اسے قوت بخشتا اور بیمار جانور تندرست کے قریب آنے سے تندرست ہو جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا دونوں طرح کے ارشاد فرمانا زمانہ جاہلیت کا وسوسہ اٹھانے کے لیے اور آہستہ آہستہ تقدیر پر یقین دلانے کی خاطر تھا۔ بعض لوگوں نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ دوسری حدیث (بیمار کو تندرست کے پاس نہ لاؤ) منسوخ نہیں اور حدیث کے نسخ کے لیے دو شرطیں ہوتی ہیں، حدیثیں جمع نہ ہو سکیں اور دوسرا یہ کہ نسخ کے لیے تاریخ معلوم ہو تا کہ پہلی کو منسوخ دوسری کو ناسخ یا پہلی کو ناسخ دوسری کو منسوخ قرار دیا جا سکے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ لاعدوی والی حدیث اور دوسری حدیثوں کو دیکھا جائے کہ کون سی حدیث کس زمانہ کے قریب ہے تو واضح ہو جائے گا، مثلاً زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بیماری اُڑ کر ایک سے دوسرے کو لگتی ہے تو (بیمار کو تندرست کے پاس نہ لاؤ) یہ حدیث اس زمانہ پر پوری اترتی ہے،دوسری حدیث (بیماری اُڑ کر نہیں لگتی) بعد کے زمانہ کی معلوم ہوتی جب نبی علیہ السلام نے پہلے اعتقاد کو باطل کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی اجمعین کی تربیت کے لیے یہ فرمایا۔ ہو سکتا ہے کوئی کہے کہ اس پر آپ کے پاس دلیل کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس معاملے پر نبی اکرم ﷺ کی فیصلہ کن حدیث بھی موجود ہے

جولَاعَدویٰ اور لَایُوْرِدُ مُمْرِضُ، عَلٰی مُصِحٍّ والی حدیث میں وقت کے لحاظ سے منسوخ ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

اَربَع مِنَ الْجَاهِلِيَّةِ لَنْ يَّدَعَهَاالنَّاسُ،النِّيَاحَةُ،وَالتَّعَايُرُ، اَوِالتَّعَايُرُ فِي الْاَنْسَابِ ،وَمُطِرْنَابِنَوْءِ كَذَا وكَذَا،وَالْعَدْوَى جَرِبَ بَعِيرفِيْ مِئَةِبَعِيرٍ فَمَنْ اَعْدَى الْاَوْلَ

ترجمہ: زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والے چار کام ہیں جنہیں لوگوں نے نہیں چھوڑا، نوحہ کرنا، ایک دوسرے کو عار دلانا نسب (خاندان و ذات پات) کے حوالے سے اور یہ کہنا کہ فلاں ستارے (کے آنے جانے) سے ہم پر بارش نازل ہوئی اور (بیماری کے) متعدی ہونے کا یقین رکھنا، (ایسا یقین رکھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ) ایک سو اونٹوں کے خارش زدہ ہونے میں پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کر دیا؟

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 3142) (الطیالسی، رقم الحدیث: 2395)
(الترمذی، رقم الحدیث: 1001) (ابویعلیٰ، رقم الحدیث: 3161)
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1233)

الحمدللہ اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ جسے لوگ آج کی سائنسی بات تصور کرتے ہیں کہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے وہ تو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی بات تھی، جسے آج کے پڑھے لکھے لوگ پتھروں کا زمانہ کہتے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ بیماری کے متعدی ہونے کا یقین رکھنے والے بھی پتھر کے زمانے کے ہیں اور ان کی سائنس بھی پتھروں کے زمانے کی ہے صرف اسلام ہی ہے جو ایڈوانس (مستقبل) ہے اور اس کی سوچ ایڈوانس (مستقبل والی) ہے اس کی حکمتی باتیں ایڈوانس (مستقبل والی) ہیں۔

کیف نهرب من الوباء؟

(وباء سے فرار کیسا؟)

نبی اکرم ﷺ نے وباؤں سے فرار کی ممانعت فرمائی ہے کیونکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر بیماری والے علاقے سے تندرست لوگ بھاگ جائیں گے تو پیچھے رہ جانے والے بیمار لوگوں کی دیکھ بھال کون کرئے گا؟اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں ہے کہ "طاعون سے بھاگنا اور شہر (وبائی جگہ) سے باہر جانے کی ممانعت ہے اور اس پر عذاب کی وعید سنائی گئی اور اسے جنگ (کی صف سے) بھاگنے کے مترادف قرار دیا گیا اور قدم جما کر وہیں ٹھہرنے والوں کو شہادت کی خوشخبری سنائی گئی (اشعۃ اللمعات ، باب عیادۃ المریض ، الفصل الاول)

وباء سے بھاگنے والا بد عقیدہ: تاریخ اسلام میں صرف ایک ایسا شخص ہوا ہے جو طاعون (وبائی بیماری) سے بھاگا، فتاویٰ رضویہ میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو عمر بن عبد البر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ " مجھے کسی (صحیح العقیدہ) مسلمان کے بارے میں یہ روایت نہیں پہنچی کہ وہ طاعون سے بھاگا ہو مگر وہ جو مدائنی نے ذکر کیا کہ ایک شخص علی بن زید بن جدعان طاعون میں شہر سے بھاگ کر سیالہ (علاقہ کا نام) کو چلا گیا تھا وہ ہر جمعہ کو شہر میں آکر نماز پڑھتا اور پلٹ جاتا جب پلٹتا تو لوگ شور مچاتے کہ طاعون سے بھاگا ہے آخر سیالہ (علاقہ کا نام) میں طاعون میں مبتلا ہو کر مرا" امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ یہ (علی بن زید بن جدعان) مستند عالم نہ تھا اور امام احمد بن حنبل، امام بخاری و امام ابو حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین کی تحقیق کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے کہا اس کا مذہب ٹھیک نہ تھا اور امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ شیعہ تھا اور امام یزید بن زریع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ رافضی تھا اور پھر اس کا یہ فعل (طاعون سے فرار) زمانہ سلامتِ عقلی و صحت میں نہ تھا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد: 24، صفحہ: 307 ، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور پاکستان)

وباء سے بھاگنے والے کی عبادت قبول نہیں: ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لائے اور وباء سے نہ بھاگے کیونکہ وباء سے بھاگنا اصل میں تقدیر سے بھاگنا ہے اور تقدیر سے بھاگنا ایمان کی بربادی اور اعمال کی تباہی کا سبب ہے۔ جو شخص وباؤں کو تقدیر الہی نہیں مانتا ان سے فرار اختیار کرتا ہے اس کی تو عبادت بھی قبول نہیں ہوتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخصوں کا کوئی فرض و نفل اللہ عزوجل

قبول نہیں فرماتا، عاق (ایسا شخص جسے والدین نافرمانی کے سبب جائیداد سے دور کر دیں اور اسے اس کا حصہ نہ دیں) اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور ہر نیکی و بدی (وباؤں اور تکلیفات زنت) کو تقدیر الٰہی نہ ماننے والا۔

(العلل المتناہیۃ، رقم الحدیث: 239)

طاعون سے بھاگنے والوں پر موت مسلط کردی گئی: ہلال بن یساف، اللہ تعالیٰ کے فرمان:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا(سورہ البقرہ:243)

ترجمہ: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے موت کے ڈر سے اور وہ ہزاروں تھے تو اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ (البقرہ:243)

کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں کچھ لوگ تھے ان میں جب طاعون پھیلا تھا تو ان کے مالدار اور وڈیرئے (وبائی علاقے سے) نکل گئے تھے اور غریب و نادار لوگ وہیں ٹھہرے رہے ،جو ٹھہرے رہے تھے ان میں کئی موت کی آغوش میں چلے گئے لیکن جو بھاگ گئے تھے انہیں کچھ نہیں ہوا۔ پھر ایک (اگلے) سال انہوں نے کہا اگر ہم بھی ان کی طرح وہیں ٹھہر جاتے تو ان کی طرح ہلاک ہو جاتے اور دوسروں نے کہا اگر ہم ایسے کرتے جیسا دوسروں نے کیا تھا تو ہم بھی بچ جاتے (اور ہمارے اکثر لوگ موت کا لقمہ اجل نہ بنتے)، اس سال ان کا اِس بات پر اتفاق ہو گیا کہ ہم بھی یہ جگہ چھوڑ جائیں گے (اور وباء سے فرار اختیار کریں گے)۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جہاں اللہ تعالیٰ نے اُن کو پہنچایا وہ پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کردی (تقدیر سے بھاگنے اور اس پر یقین نہ رکھنے کی وجہ سے کہ بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی) اور وہ ہڈیاں ہو گئے، قریبی دیہات والے (لوگ) آئے اور انہیں اکھٹا کر کے ایک جگہ ڈال دیا پھر ان کی کے پاس سے ان کے وقت کے نبی (حضرت حزقیل عَلَيْهِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَام) گزرے تو انہوں نے عرض کی اے میرے رب عزوجل اگر تیری ذات باری تعالیٰ چاہے تو ان کو زندہ کردے پس یہ تیرے شہروں کو آباد کریں گے اور تیری عبادت کریں گے، ارشاد ہوا (اے حزِقیل علیہ السلام) ان (ہڈیوں) پر ایسا ایسا پڑھو، پس اس نبی (حزِقیل علیہ السلام) نے پڑھا پھر ہڈیوں کو دیکھا وہ جڑ رہی ہیں پھر (وہی کلام) پڑھا تو ہڈیوں پر گوشت چڑھنے لگا، پھر کلام پڑھا تو وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور تسبیح کرنے لگے ان کی صورتیں واپس لوٹ آئیں وہ تکبیر و تہلیل کرنے لگے اس کے بعد جب تک اللہ عزوجل نے چاہا وہ زندہ رہے اور زندگی گزارتے رہے۔

(من عاش بعد الموت، رقم الروایت: 51)

تفسیر درالمنثور میں اس نبی علیہ السلام کا نام حضرت حزقیل علیہ السلام ہی ذکر گیا گیا لحاظہ ہم نے قوسین میں ان کا نام لکھ دیا ہے ہاں مگر امام ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب من عاش بعد الموت میں ان کا نام ذکر نہیں کیا۔ تفسیر درالمنثور میں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی جس کے علاقے میں طاعون پھیل گیا تو وہ موت کے ڈر سے اپنی بستیاں چھوڑ کر بھاگ نکلے اور جنگل میں جا پڑے۔ یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے، حکمِ الٰہی سے سب وہیں مر گئے، کچھ عرصہ کے بعد حضرت حزقیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام کی دعا سے انہیں اللہ تعالٰی نے زندہ فرمایا اور وہ مدتوں زندہ رہے۔

(تفسیر درالمنثور، سورۃ البقرہ: زیر آیت: 243)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہنا کہ وبائی علاقے میں رہ کر بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے یہ تو موت و عذاب کو دعوت دینا ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آدمی موت کے ڈر سے بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا تو بھاگنا بے کار ہے، جو موت مقدر ہے وہ ضرور پہنچے گی، آدمی کو چاہیے کہ رضائے الٰہی پر راضی رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ طاعون سے نہیں بھاگے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی طاعون سے فرار اختیار کیا تھا، حالانکہ یہ ایک الزام ہے اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس الزام سے برأت کا اظہار کرتے تھے کہ وہ زمینِ شام میں طاعون سے بھاگے چنانچہ حضرت زید بن اسلم، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا اے اللہ عزوجل لوگوں کے (میرے بارے میں) تین خیال ہیں کہ میں نے طاعون سے فرار کیا میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں (ان کا خیال) ہے کہ میں نے ان کے لیے طلاء (خمر، ایک قسم کی شراب) کو حلال کیا اور یہ کہ میں نے ان کے لیے ٹیکس کو حلال قرار دیا میں اس بات سے بھی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1241)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ شام کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت ابو طلحہ اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ کا استقبال کیا اور عرض کی امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ معزز اور برگزیدہ صحابہ اکرام رضی اللہ تعالٰی اجمعین

ہیں اور ہم نے اپنے پیچھے آگ کے جلے ہوئے (طاعون و بخار میں مبتلا لوگوں) کو چھوڑا ہے لہذا اس سال واپس تشریف لے جائیں جب آئندہ سال آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اکیلے) تشریف لائے اور طاعون (کے مقام) میں داخل ہوئے۔
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1198)

وباؤں سے فرار کی ممانعت: حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ (طاعون و کرونا جیسی وباؤں کا) درد یا بیماری ایک عذاب ہے جو تم سے پہلی امتوں کو دیا گیا تھا پھر وہ ابھی تک (کچھ) زمین پر باقی ہے کبھی (اللہ کے حکم سے) چلا جاتا ہے اور کبھی (دوبارہ واپس) آجاتا ہے، سو جو شخص کسی علاقہ میں طاعون کے متعلق سنے تو وہاں نہ جائے اور جو شخص کسی علاقہ میں ہو تو وہاں طاعون آجائے تو وہاں سے نہ بھاگے۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5661,5662,5657,5656,5658,5659,5660)
(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 270،271،272،278،279،280،281،276,277,279)
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1207,1208,1209,1210)

حضرت عمرو بن العاص کے بارے منقول ہے کہ ایک مرتبہ شام میں طاعون کی وباء پھیل گئی تو حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ گندگی ہے تو لوگ (یہ سن کر) اس جگہ سے منتقل ہونے لگے تو حضرت شرحبیل بن حسنہ نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں اور عمرو اپنے گھر کے گدھے (راوی کو شک ہے) اپنے گھر کے اونٹ سے بھی کم جانتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے یہ تمہارے پروردگار کی رحمت، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور تم سے پہلے لوگوں کی موت کا ذریعہ تو تم لوگ اس کے لیے جمع رہو اور اسے چھوڑ کر منتشر نہ ہو، حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات سنی تو کہا، انہوں (شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ فرمایا ہے۔
(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2951)

حضرت یزید بن حمیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ سے وہ حضرت عَمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ شام کے علاقے میں طاعون پھیل گیا تو حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہاں سے ادھر ادھر ہو جاؤ، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس اختیار کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے رب کی رحمت تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا (کہ اے اللہ میری امت میں شہیدوں کی کثرت ہو) اور تم سے پہلے (کچھ) نیکوکار لوگوں (جو دوران عذاب زد میں آگئے) کی (نیک) موت ہے، لہذا اس (سے آنے والی شہادت) کے لیے جمع رہو متفرق نہ

ہوجاؤ (یعنی فرار اختیار نہ کرو) تو حضرت عمرو نے فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ کہا ہے
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1213)

حبیب بن زید بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے تو ہم کو یہ خبر پہنچی کہ کوفہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے، عطا بن یسار اور دوسرے لوگوں نے مجھ سے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون آجائے تو تم وہاں سے مت نکلو اور جب تم کو یہ جبر پہنچے کہ کسی علاقہ میں طاعون پھیل گیا ہے تو تم اس علاقہ میں مت داخل ہو، (راوی کہتے ہیں) میں نے کہا تم نے یہ کس سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا عامر بن سعد اس حدیث کو بیان کرتے ہیں میں ان کے پاس گیا لوگوں نے کہا وہ موجود نہیں ہیں میں ان کے بھائی ابراہیم بن سعد سے ملا اور ان کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا جس وقت حضرت اُسامہ نے حضرت سعد کو یہ حدیث بیان کی تھی تو اُس وقت میں بھی وہاں موجود تھا، حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا یہ (وباء) درد ایک عذاب ہے یا عذاب کا بقیہ حصہ ہے جس کے ساتھ تم سے پہلے (کفار کے) لوگوں کو عذاب دیا گیا تھا، سو اگر تمہارے علاقہ میں طاعون آجائے تو وہاں سے نہ نکلو اور اگر تم کو یہ خبر پہنچے کہ کسی علاقہ میں طاعون آگیا ہے تو وہاں نہ جاؤ، حبیب کہتے ہیں میں نے ابراہیم سے کہا کیا تم نے خود سنا ہے کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کررہے تھے اور انہوں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا جواب میں انہوں نے کہا ہاں (کوئی اعتراض نہیں کیا تھا کیونکہ وہ تقدیر پر یقین رکھتے تھے)
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5663,5664)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کسی جگہ طاعون پھیلے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو اور جب کسی شہر میں طاعون پھیلے اور تم وہاں نہ ہو تو اس شہر میں داخل نہ ہو۔
(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 269,271,272,273,274,275,281)
حضرت یحییٰ بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس طاعون کا ذکر کیا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ (وباؤں کا) عذاب تم سے پہلے (کفار کے) لوگوں کو پہنچا جب کسی شہر میں ہو اور تم وہاں موجود ہو تو ادھر سے نہ نکلو اگر کسی شہر میں یہ واقع ہو اور تم وہاں پہلے سے نہ ہو تو وہاں داخل نہ ہو۔
(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 334,270,278)
حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

یہ (طاعون) پلیدی (ناپاک) ہے تم سے پہلے لوگوں کو پہنچی ہے جب یہ کسی شہر میں ہو اور تم وہاں ہو تو اس شہر سے فرار نہ کرو اور جب تم سنو کہ یہ کسی شہر میں آیا ہے تو وہاں نہ جاؤ۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 280)(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 406)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے طاعون کا ذکر کیا گیا تو (آپ ﷺ نے) فرمایا یہ ناپاک عذاب ہے جو ایک گروہ کو دیا گیا (اس کا) کچھ حصہ (اللہ کے حکم سے ابھی تک زمین پر) باقی ہے۔
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1211)

عامر بن سعد اپنے والد (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے والد کو اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کرتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی طاعون کے بارے کچھ سنا ہے تو حضرت اُسامہ بن زید نے بتایا، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، طاعون ایک خرابی ہے جو بنی اسرائیل کی طرف (روای کو شک ہے) تم سے پہلے لوگوں کی طرف بھیجی گئی تو تم جب کسی زمین کی بارے سنو کہ وہاں طاعون ہے تو تم وہاں نہ جاؤ اور جب یہ کسی ایسی زمین میں واقع ہو جہاں تم ہو تو وہاں سے فرار اختیار نہ کرو۔
(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 2952)

حضرت اُسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے طاعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یہ ایک عذاب کا بقیہ حصہ ہے، یہ وہ عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ کی طرف بھیجا گیا تھا اور جب یہ کسی زمین پر واقع ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ نکلو اور جب کسی دوسری زمین پر واقع ہو تو وہاں نہ جاؤ۔
(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 2954)(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2218)
(ترمذی، رقم الحدیث: 1065)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی علاقے میں طاعون ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے نہ نہ بھاگو اور جب تم کسی دوسری جگہ ہو تو وہاں نہ جاؤ۔
(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1205,1206)

حضرت عکرمہ بن خالد مخزومی اپنے والد یا اپنے چچا سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر فرمایا جب کسی علاقے میں طاعون پھیل جائے اور تم وہاں ہو تو وہاں سے نہ نکلو اور اگر دوسری جگہ ہو تو وہاں نہ جاؤ

(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1212)

وبائیں بھلائی و شہادت ہیں: کرونا وائرس، طاعون اور جزام جیسی وبائی بیماریوں کا مسلمانوں پر آجانا اُن کے لیے بھلائی اور شہادت ہے لہذا اگر یہ بیماریاں کسی علاقے میں آجائیں تو وہاں کے مسلمانوں کو فرار اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ شوق شہادت رکھنا چاہیے اور استقامت دیکھانی چاہئے کیونکہ یہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے ہے اور آپ علیہ السلام اپنی امت میں شہیدوں کی کثرت کو پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے حضرت یزید بن حمیر سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ سے وہ حضرت عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ شام کے علاقے میں طاعون پھیل گیا تو حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہاں سے ادھر ادھر ہو جاؤ، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی مجلس اختیار کی اور آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے رب کی رحمت تمہارے نبی اکرم ﷺ کی دعا (کہ اے اللہ میری امت میں شہیدوں کی کثرت ہو) اور تم سے پہلے (کچھ) نیکوکار لوگوں (جو دوران عذاب زد میں آگئے) کی (نیک) موت ہے، لہذا اس (سے آنے والی شہادت) کے لیے جمع رہو متفرق نہ ہو جاؤ (یعنی فرار اختیار نہ کرو) تو حضرت عمرو نے فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ کہا ہے۔

(طحاوی، جلد چہارم، رقم الحدیث: 1213)

حضرت عمرو بن العاص کے بارے منقول ہے کہ ایک مرتبہ شام میں طاعون کی وباء پھیل گئی تو حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ گندگی ہے تو لوگ (یہ سن کر) اس جگہ سے منتقل ہونے لگے تو حضرت شرحبیل بن حسنہ کہا میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہا ہوں اور عمرو اپنے گھر کے گدھے (روای کو شک ہے) اپنے گھر کے اونٹ سے بھی کم جانتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے یہ تمہارے پرودگار کی رحمت، تمہارے نبی ﷺ کی دعا اور تم سے پہلے لوگوں کی موت کا ذریعہ تو تم لوگ اس کے لیے جمع رہو اور اسے چھوڑ کر منتشر نہ ہو، حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات سنی تو کہا، انہوں (شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ فرمایا ہے۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2951)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس کے ساتھ اللہ عزوجل بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے بیماری میں مبتلا کرتا ہے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5645)

حضرت ابو عسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولی رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل بخار و طاعون لے کر حاضر ہوئے، بخار تو میں نے مدینہ میں رکھ لیا اور طاعون شام میں بھیج دیا، طاعون میری امت کے لیے باعث سے شہادت ہے۔

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ ابو عسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مسند امام احمد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام طاعون و بخار لے کر حاضر ہوئے میں نے بخار (وہ بخار جو وبائی نہ ہو وہ) مدینہ منورہ میں رکھ لیا اور طاعون شام میں بھیج دیا تو طاعون میری امت کے لیے شہادت و رحمت ہے اور کافروں پر عذاب ہے۔

(مسند احمد عن ابی عسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا پانچ شخص شہید ہیں (۱) طاعون (یعنی وبائی) مرض میں مرنے والا (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) ڈوب کر مرنے والا (۴) کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا (۵) اور جو شخص اللہ کی راہ میں (جنگ کرتے ہوئے) مارا جائے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: 2829) (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1914)

ان احادیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وباؤں سے آنے والی موت شہادت کا درجہ رکھتی ہے، دوسرا یہ کہ کرونا وائرس میں پیٹ کی بیماری کے حکم میں بھی شامل ہے اور ساتھ ساتھ سخت بخار ہو جاتا ہے، اس میں گلے کی خرابی کے ساتھ جگر اور پھیپھڑوں کی بیماری لگتی ہے جن کے کام نہ کرنے کی وجہ سے انسان چند روز میں مر جاتا ہے۔

الشفاء والعلاج

(شفاءاور علاج)

طاعون اور کروناوائرس جیسی وباؤں کو طب نبوی ﷺ کی روشنی میں دفع کیا جا سکتا ہے, جس کا علاج ابھی تک سائنس دریافت نہیں کر سکی۔ذیل میں ہم نے کرونا وائرس سے متعلق اہم معلومات بھی درج کی ہے۔

کروناوائرس کیا ہے؟

کورونا (corona) لاطینی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہالہ(circle،دائرہ) کے ہوتے ہیں چونکہ اس کی شکل سورج اور پورے چاند جیسی ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کا نام "کوروناوائرس" رکھا گیا ہے۔
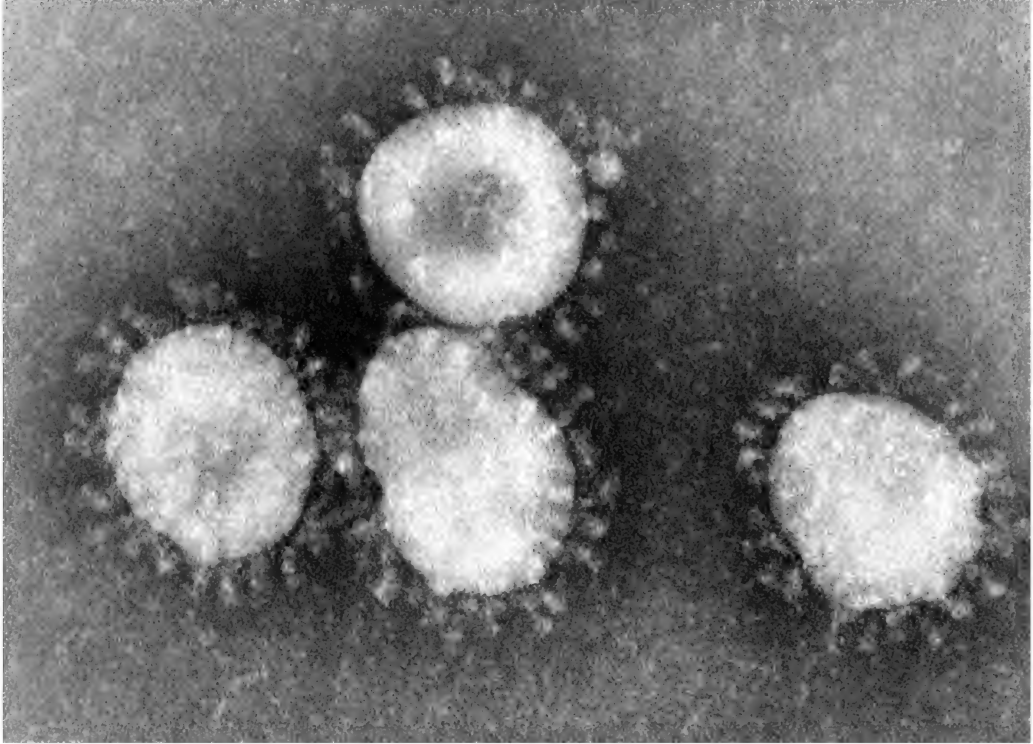
کروناوائرس کی الیکٹرون مائیکروسکوپ سے لی گئی تصویر

مشہور وکی پیڈیا کے مطابق یہ بہت پرانا وائرس ہے جو 1930 (عیسوی) میں مرغیوں میں دریافت ہوا، پھر یہ 1940 (عیسوی) میں چوہوں میں دریافت ہوا۔ انسانوں میں کورونا وائرس سب سے پہلے 1960 کی دہائی میں دریافت ہوا۔
"اصل میں یہ وائرس خنزیر کا گوشت کھانے کے سبب داخل ہوا تھا، مگر سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ خنزیر کو چھونے کے سبب پیدا ہوا" (بحوالہ:wikipedia)۔

اس وقت اس وائرس کو ہیومن (انسانی) کرونا وائرس E229 اور OC43 کا نام دیا گیا تھا، اس کے بعد اس وائرس کی اور دوسری قسمیں بھی دریافت ہوئیں، جن میں سارس کو و (-SARS CoV) جو 2003 میں اور HCoV NL63 وائرس 2004 میں دریافت ہوا۔ حالیہ 2019 میں دریافت ہونے والے کورونا وائرس کو عالمی ادارہ صحت کی جانب سے SARS-CoV-2 یا COVID-19 کا نام دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ (انتہائی شدید تنفسی (سانس کی) خرابی SARS (severe acute respiratory syndrome) بیماری سے مشابہ تھا اور اس کے وائرس کی شکل ہالہ (circle، دائرہ) جیسی تھی اسی بنا پر اسے SARS-CoV-2 یا SARS-COVID-19 کہا گیا۔
کرونا وائرس تنفسی نالی یا نظام تنفس (خشک کھانسی، ذائقہ یا بو کی کمی، ناک جام، گلے میں خراش،، متلی یا الٹی، سانس کی قلت، سینے میں درد) اور نظام انہضام (دل، جگر، گردے) کی خرابی کے ساتھ ساتھ بخار اور قوت مدافعت میں کمی اور شدید بخار کا سبب بنتا ہے اور چلتے چلتے انسان موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

کیا اسلام میں ایسی مثال ہے؟ شاید کسی کے ذہن میں آرہا ہو کہ کیا ایسی کوئی مثال اسلام میں بھی ملتی ہے کہ انسان کا سانس رک گیا ہو، اسکی قوت مدافعت کم ہو گئی ہو، اسکے گلے میں خراش ہوئی ہو اور وہ چلتے چلتے وصال کر گیا ہو؟
اس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ گلے میں تکلیف اور دل کی دھڑکن کا رکنا اور اس سے اچانک موت کا واقع ہونا غیروں کے لیے عجیب ہوگا مگر اسلام کے لیے نہیں، چنانچہ روایت ہے کہ:
ابو خالد بیان کرتے ہیں یزید بن نعمان بن بشیر، قاسم بن عبد الرحمٰن کی مجلس میں اپنے باپ نعمان بن بشیر کا خط لے کر آئے "بسم اللہ الرحمن الرحیم، نعمان بن بشیر کا خط ام عبد اللہ بنت ابی ہاشم کی طرف، تجھ پر سلامتی ہو، میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں آپ نے مجھے خط لکھا (تھا) کہ زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول ﷺ) کے وصال کے حوالے سے آگاہ کروں۔

وَانّہٗ کَانَ مِنْ شَا ئِنِہٖ اِنّہٗ اَخَذَہٗ وَجْعُ فِیْ حَلْقِہٖ وَھُوَیَوْمَئِذٍاَصَحُّ الْمَدِیْنَۃِفَتوَفّٰی بَیْنَ صَلَاۃِ الْاُوْلیٰ وَصَلَاۃِ الْعَصْرِ

ترجمہ: اس کا واقعہ یوں ہے کہ اُن (زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گلے میں اچانک تکلیف ہوئی حالانکہ اس دن مدینہ منورہ میں وہ سب سے زیادہ تندرست تھے نماز ظہر اور عصر کے درمیان ان کا وصال ہو گیا۔

اور دوسری روایت میں امام ابن ابی الدنیا نے نقل کیا کہ:

فَبَیْنَاھُوَیَمْشِیْ فِیطَرِیْقٍ مِنْ طُرُقَاتِ الْمَدِیْنَۃِ بَیْنَاالظُّھْرِو الْعَصْرِ اِذْخَرَّفَتَوَفّٰی

ترجمہ: پس وہ (زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ظہر اور عصر کے درمیان مدینہ منورہ کی گلیوں میں سے ایک گلی میں چل رہے تھے کہ اچانک گر کر وصال کر گئے۔

ہم نے ان کو پیٹھ کے بل لیٹا دیا اور دو چادروں اور ایک کمبل سے ان کو ڈھانپ دیا۔ میرے خواب میں (ایک) آنے والا آیا اور میں (کیا دیکھتا ہوں کہ میں) مغرب کے بعد تسبیح پڑھ رہا تھا اس (خواب میں آنے والے نے) کہا زید (بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وصال کے بعد گفتگو کی ہے تو میں جلدی سے (بیدار ہونے کے بعد) ان کے پاس آیا وہاں موجود انصاری (زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وصال کے بعد کلام کرتے ہوئے) یہ بات کہہ رہے تھے کہ قوم میں درمیان (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) والا سب سے زیادہ سخت ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا، وہ جو لوگوں کو اجازت نہیں دیتا کہ قوم کے مضبوط لوگ کمزوروں کا مال کھائیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے سچے بندے تھے۔
پھر انہوں نے (کلام کرتے ہوئے) کہا کہ امیر المومنین عثمان غنی لوگوں کی اکثر غلطیاں معاف کر دیتے ہیں (دنیا کی) دو راتیں (یعنی ایک حصہ) گزر گئیں اور چار (یعنی دو حصے) باقی ہیں (قیامت آنے میں) پھر لوگوں میں باہم اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ ایک دوسرے کے مال کو (ناجائز) طریقے سے کھانے لگے کوئی نظم و ضبط نہیں رہا، ممنوعہ چراگاہوں کو حلال کر دیا گیا ، پھر مومنین کوتاہیوں سے باز آ گئے، پھر انہوں نے (کلام کرتے ہوئے) کہا (اے لوگو!) اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اپنے امیر (عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف متوجہ ہو کر اُن کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو جو اِس (عثمان غنی رضی للہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت کرنے) سے پھر گیا اُس کے خون کی کوئی ذمہ داری نہ ہو گی اللہ عزوجل کا حکم ہو کر رہے گا اللہ سب

سے بڑا ہے، یہ جنت ہے (جو میں دیکھ رہا ہوں) اور (یہ) دوزخ ہے، یہ نبی اکرم ﷺ اور صدیق (اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس کھڑے) کہہ رہے ہیں تم پر سلامتی ہو، اے عبداللہ بن رواحہ تم اپنے باپ خارجہ اور سعد کے بارے میں بتاؤ گے جو احد کے دن مارے گئے تھے۔
روای کہتے ہیں پھر ان کی آواز پست ہو گئی جو مجھ سے پہلے (وہاں موجود افراد) ان کا کلام سن رہے تھے میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا ہم نے ان کو (تمہارے آنے سے قبل) یہ کہتے ہوئے سنا ہے، خاموش ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ! ہم سے ہر کوئی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگا جب کہ یہ آواز کپڑے کے نیچے سے آ رہی تھی ہم نے ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو انہوں نے کہا:

هَذَا اَحْمَدُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، سَلَامٌ عَلَيْکَ يَا رَسُولَ الله وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ

ترجمہ: یہ احمد رسول اللہ ﷺ (میرے پاس کھڑے ہیں) اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلامتی، رحمت اور برکت نازل ہو۔

پھر کہا خلیفہ رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امانت دار تھے، جسم کے لحاظ سے کمزور دکھائی دیتے تھے مگر اللہ کے حکم کو نافذ کرنے میں طاقتور تھے انہوں نے جو فرمایا سچ فرمایا۔

(من عاش بعد الموت: رقم الروایت: 3,4)

طاعون کیا ہے؟ طاعون ایک وبائی مرض ہے جس میں بخار کی شدت کے ساتھ بغلوں کے نیچے یا جسم کے دوسرے حصوں پر پھنسیاں پھوڑے نکلتے ہیں جن میں رطوبت بھر جاتی ہے اور یہ جس جگہ ہوتی ہے وہ کالی یا سرخی مائل یا بعض اوقات ہلکے سبز رنگ کی ہو جاتی ہے۔
کرونا وائرس لاعلاج نہیں؟ حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض یا رسول اللہ ﷺ (کیا) ہم (علاج کے لئے) دواء لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا دوائی لو! (کیونکہ تمہارا دوائی لینا تمہاری تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے) اللہ عزوجل نے کوئی بیماری نہیں بھیجی مگر اس کی دواء بھی رکھی ہے سوائے موت کے۔
(المعجم الکبیر رقم الحدیث: 467,468,469,471,473,476,479,486,481,482,484,485,486)

وباؤں کا حرم میں داخل نہ ہونا اور وباؤں کو برا نہ کہنے کا حکم: کیونکہ کرونا وائرس بھی بخار کی ایک قسم ہے لحاظہ اسے برا کہنا منع ہے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی

خدمت میں بخار حاضر ہوا اس نے حاضری کی اجازت مانگی، نبی اکرم ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے عرض کی میں اُمِ مِلدَم ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم قباء کی طرف (مدینہ کے پاس ایک علاقہ کا نام) چلے جاؤ، راوی کہتے ہیں وہ وہاں چلا گیا ان لوگوں کو بخار رہنے لگا اور ان لوگوں کو اس کی وجہ سے (ہلکی) شدت کا سامنا کرنا پڑا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے یہ بات ملاحظہ کی ہے کہ ہمیں کتنا بخار رہنے لگا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں وہ اسے تم سے دور کر دے گا اور اگر تم چاہو تو یہ تمہارے لیے طہارت (یعنی گناہوں کی دوری) کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا تو ان لوگوں نے عرض کی اسے طہارت کے حصول کا ذریعہ رہنے دیں۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث:2935)

اس حدیث سے معلوم ہوا نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں (شدت والے) بخار کو رہنے کی اجازت نہ دی بلکہ آس پاس کے علاقوں میں جانے کا حکم دیا۔ وبائیں تو بڑی دور کی بات ہے مدینہ میں تو دجال بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دجال آئے گا حالانکہ اس کا مدینہ کے راستوں میں داخلہ ناممکن ہو گا تو بعض کھاری زمینوں میں (جو) مدینہ سے متصل (یعنی جڑی ہوئی) ہیں وہاں اترے گا۔

(مشکوۃ، رقم الحدیث:5239)

وہ متصل علاقہ کونسا ہو گا چنانچہ دوسری روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اس کا ارادہ مدینہ منورہ (میں داخلے) کا ہو گا، حتی کہ احد پہاڑ کے پیچھے اترے گا پھر فرشتے اس کا منہ (ملکِ شام) کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں ہی ہلاک ہو گا۔ (مشکوۃ) دجال کا مدینہ میں داخل نہ ہو سکنے کا اعتراف خود دجال نے کیا چنانچہ جب دجال کی ملاقات حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک جزیرہ میں ہوئی تھی تو اس نے کہا "عرب کے لیے ان (کے نبی اکرم ﷺ) کی اطاعت کرنا بہتر ہے اور میں تمہیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں مسیح (مٹی آنکھ والا) دجال ہوں قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے (گی اور) میں نکلوں گا تو ساری زمین میں چلوں گا کوئی بستی نہ چھوڑوں گا مگر وہاں چالیس دن میں اتروں گا (یعنی ساری دنیا کو چالیس دن میں گھوم لوں گا) سوائے مکہ و مدینہ کے۔

(مشکوۃ، رقم الحدیث:5242) (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:1256)

نوٹ: اس سے ایک بات اور بھی ثابت ہوئی کہ دجال کے گدھے کی رفتار آج کے جنگی جہازوں سے بھی تیز ہو گی کہ وہ پورے گلوب (کرہ ارض) کو چالیس دن میں گھوم لے گا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مدینہ پاک ہے، اس کی ہر گلی میں ایک فرشتہ تلوار سونتے ہوئے کھڑا ہے، دجال ہمیشہ کے لیے اس میں داخل نہ ہو گا۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 1255)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس میں طاعون (جیسی وبائیں) اور دجال داخل نہ ہوں گے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 3246)

چونکہ طاعون و کرونا وائرس میں بخار کی شدت کی مماثلت پائی جاتی ہے لہذا اسی کے حکم میں ہے کہ کرونا وائرس بھی مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہوں گے، لہذا جب طاعون داخل نہیں ہو سکتا مدینہ و مکہ میں تو کرونا وائرس کیسے داخل ہو سکتا ہے، کیا فرشتے جو مدینہ و مکہ کی حفاظت پر مقرر ہیں اس کرونا کو مدینہ و مکہ میں داخل ہونے سے نہ روکیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم کرتے دیکھا ہے تب سے میں نے ان دو رکنوں کی تعظیم کو کبھی نہیں چھوڑا (نہ) شدت (یعنی بیماری کی حالت) میں نہ آسانی (تندرستی کی حالت) میں۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2960)

اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ جب صحابہ اکرام نے بیماری اور تندرستی کی حالت میں شعائر اللہ کو نہیں چھوڑا تو ہم کیوں شعائر اللہ (مکہ، مدینہ، مساجد، دربارات اولیاء) کو ایک ظن فاسدہ کی وجہ سے حقیر جان کر کفر کریں، اور یہ حقیقت ہے کہ کسی حالت میں اگر کوئی شخص شعائر اللہ کو حقیر جانے تو اس کا یہ عمل کفر ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو کسی حالت میں حجر اسود و رکن یمانی کو نہ چھوڑا مگر امت نے صرف ایک وہمی و مشکوک بیماری کے سبب شعائر اللہ کو چھوڑ دیا ان کو بیماری لگ جانے والا سمجھا افسوس ان عرب علماء پر جو ساری عمر حدیث حدیث کرتے رہے اور جب خود وقت قیام آیا تو لیٹ گئے، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا تھا کہ

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقتِ قیام آیا
(علامہ محمد اقبال)

لہذا حرم مکہ و مدینہ کو جو کرونا وائرس کے دنوں میں بند کیا گیا بزدلی اور بلا جواز و بے دلیل تھا۔ اللہ ان لوگوں کو ہلاک کرے جنہوں نے ایسا کیا۔ دوسرا یہ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے کہ ام سائب یا ام مسیّب (ناموں کا یہ شک راوی کو ہے) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ کپکپا رہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے اُمِّ سائب تمہیں کیا ہوا ہے تم کیوں کپکپا رہی ہو؟ اس نے عرض کی (سردی لگنے کی وجہ سے معمولی) بخار ہے اللہ اس (بخار میں) برکت نہ رکھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم بخار کو برا نہ کہو کیونکہ یہ انسان کے گناہوں کو یوں ختم کر دیتا ہے۔ جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 2938)

یہ کہ کرونا اور طاعون میں بخار کے لحاظ سے بھی مماثلت پائی جاتی ہے لحاظہ ہم نے ذیل میں بخار، گلے کی خراش، نزلہ زکام، نظام انہضام کی بہتری سے متعلقہ روایت جمع کی ہیں۔

کرونا جیسی بیماریوں کا روحانی علاج: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ (بیماری سے بچاؤ کے لیے) یہ پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُنُوْنِ، وَالْجُذَامِ وَسَیِّ ءِ الْاَسْقَامِ

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں برص (پھلبہری)، جنون (پاگلپن)، کوڑھ (جزام) اور (طاعون و کرونا جیسی) بری بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(صحیح ابن حبان، رقمالحدیث: 1017,1023)

حضرت ثَوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تمہیں بخار ہو جائے (اور) بخار جہنم کی آگ کا ٹکڑا ہے اس کو ٹھنڈے اور جاری پانی (بہاؤ والا، دریا یا نہر وغیرہ کا پانی) سے بجھاؤ اور یہ دعا کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَدِّقْ رَسُوْلَکَ،وَاشْفِ عَبْدِکَ

ترجمہ: اے اللہ عزوجل اپنے رسول ﷺ کو سچا کر دکھا، اور اپنے (اس) بندے کو شفا دے۔

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) فجر سے پہلے یہ (دعا) پڑھے اور تین غوطے (جاری پانی میں) لگائے، اگر تین مرتبہ پر ٹھیک نہ ہو تو سات مرتبہ اور اگر سات مرتبہ پر ٹھیک نہ ہو تو نو مرتبہ سے تجاوز نہ کرئے گا (کہ انشاءاللہ اس سے ماقبل اللہ شفا عطا کر دے گا)۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 1432)

طب نبوی ﷺ، کروناوائرس اور بخار کا علاج: حضرت ابو جمرہ (نصر بن عمران) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو مجھے بخار ہو گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اس (بخار) کو آب زم زم (کے پانی) سے ٹھنڈا کرو کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا بخار جہنم کی شدت (حرارت) سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو (ہمام بن یحییٰ بصری) کو شک ہے یا انہوں نے فرمایا آب زمزم سے بخار کو ٹھنڈا کرو۔

(صحیح بخاری، جلد دوئم، رقم الحدیث:495)

رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا بخار جہنم کی جوش (حرارت) سے ہے تم اس کو (آب زم زم کے) پانی سے ٹھنڈا کرو۔

(صحیح بخاری، جلد دوئم، رقم الحدیث:496,497,498)

(صحیح بخاری، جلد سوئم، رقم الحدیث:672,674,675)

(صحیح مسلم، رقم الحدیث:5636تا5646)(موطا امام مالک، رقم الحدیث:1761)

نوٹ: یہ بات ہمارے ذاتی تجربے میں آئی ہے کہ آب زم زم کے پانی کی پٹیاں ماتھے، گردن، ہاتھوں اور پاؤں پر کرنے سے بخار سے چند گھنٹوں میں آرام آجاتا ہے۔

طب نبوی ﷺ، کروناوائرس، گلے اور ناک کا علاج: امام زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھے عُبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ اُم قَیس بنت مِحْصَن جو پہلی مہاجر خواتین میں سے ہیں، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیت کی اور اُم قَیس عکَاشَہ بنت مِحْصَن کی ہمشیرہ نے اُن کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حضور اپنا بیٹا لائیں درآنحالیکہ عذرہ بیماری (جس میں بخار، نمونیہ اور گلے کی سوزش، خراش اور گلے کے ٹونسز بن جاتے ہیں) کی وجہ سے اُس (بیٹے) کا تالو (یعنی ٹونسز) کو دبایا گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل سے ڈرو تم اپنی اولاد کے تالو کو اپنی اُنگلیوں سے اُٹھا کر اُسے دَبا کر کیوں علاج کرتی ہو اور اپنے بچوں کو کیوں تکلیف پہنچاتی ہو تم اس عود ھندی (یہ ایک لکڑی ہے جو پاکستان اور بھارت میں بکثرت پائی جاتی ہے ،اس کا ھندی نام ہندوستان سے ہے) کو استعمال کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں (بخار، نمونیہ، گلے کی خرابی، زکام اور دیگر پیٹ کی بیماریاں شامل ہیں) کے لیے شفا ہے اور ان میں سے ایک نمونیہ بھی ہے۔

(صحیح بخاری، جلد سوئم، رقم الحدیث:666,669)(صحیح مسلم، رقم الحدیث:5648,5649)

عُبید اللہ (بن موسیٰ کوفی) نے کہا ہم سے اسرائیل (بن یونس) نے اُن سے منصور (بن معتَمر) سے اُنہوں نے

خالد بن سعد (آزاد کردہ غلام ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیان کیا اُنہوں نے کہا ہم ایک سفر میں نکلے اور ہمارے ساتھ غالب بن اَبجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی تھے وہ راستے میں بیمار ہو گئے ہم مدینہ منورہ آئے حالانکہ وہ بیمار تھے ابن ابی عتیق (عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اُن کی عیادت کی اور عبد اللہ بن محمد نے ہمیں کہا کہ سیاہ دانہ (کلونجی) کے پانچ یا سات دانے لو اور ان کو باریک (پیس، گرینڈ) کر لو پھر زیتون کے تیل کے ساتھ ناک کے اِس جانب اور اُس جانب (تین تین) قطرے ڈال لو کیونکہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ اُنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا اس سیاہ دانے (کلونجی) میں "سام (موت)" کے سوا ہر بیماری کی شفا ہے، میں نے کہا سام کیا ہے؟ فرمایا وہ موت ہے۔

(صحیح بخاری، جلد سوئم، رقم الحدیث: 645)(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5650,5652)

سفیان (بن عُیَینہ) نے زہری (محمد بن مسلم) سے روایت کی اُنہوں نے کہا مجھے عُبید اللہ بن عبد اللہ نے اُمِ قَیس (بنت مِحصَن اسدیہ) سے خبر دی اُم قَیس نے کہا میں اپنے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور لے کر حاضر ہوئی اور میں نے عذرہ بیماری کے باعث (اپنے) بیٹے کے حلق کے پھوڑا کو ہاتھ سے دبایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنی اولاد کے تالو کو اپنی اُنگلیوں سے اُٹھا کر اور اس کو دبا کر کیوں عذرہ بیماری کا علاج کرتی ہو اور ان (بچوں) کو تکلیف پہنچاتی ہو تم اس بیماری کے لیے عود ھندی "قُسطِ" کا استعمال کرو کیونکہ اس میں سات بیماریوں کا علاج ہے ان میں ایک نمونیہ (ٹھنڈ سے بخار کا لگ جانا) عذرہ بیماری کے سبب ناک میں (زیتون، عود ہندی اور کلونجی) پیس کر ڈالی جائے اور نمونیہ کے سبب اُس (بیمار) کے منہ میں ایک طرف (جس سمت پھوڑا یا خراش ہے) دوائی ٹپکائی جائے۔

(صحیح بخاری، جلد سوئم، رقم الحدیث: 664)

عبد اللہ (بن مبارک مروزی) نے کہا ہمیں حمید الطویل (ابو عُبیدہ بصری) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا جن چیزوں سے تم دوا کرتے ہو ان چیزوں میں سے افضل دوا پچھنے لگوانا اور قُسطِ بَحری (عود ھندی) کا استعمال ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کو عذرہ (گلے کے ٹونسز، خراش) کی وجہ سے اس کو دبا کر تکلیف نہ دو اور قُسط (بحری یعنی عود ھندی) کا استعمال کرو۔

(صحیح بخاری، جلد سوئم، رقم الحدیث: 653)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تمہاری دواؤں میں بہترین چیز فصد لگانا اور عود ھندی ہے،اپنے بچوں کا حلق دبا کر انہیں تکلیف مت دو۔
(صحیح مسلم،رقم الحدیث:3927)

حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کالے دانہ (کلونجی) میں سوائے موت کے ہر بیماری کا علاج ہے۔
(المعجم الکبیر،رقم الحدیث:493)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی میرے بھائی کا پیٹ خراب ہے،آپ ﷺ نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ۔
(صحیح مسلم،رقم الحدیث:5655)

حضرت ابوابیؓ ابن ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابراہیم بن ابیؓ بن عبلہ نے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا سناء اور شہد کا استعمال کرو کہ ان میں سوائے موت کہ ہر مرض کا علاج ہے۔
(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ،فی تذکرہ ابوابیؓ ابن ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

نوٹ:زکام اور گلے کی خرابی کے لیے زیتون میں کلونجی پیس کر ناک کے دونوں نتھنوں میں ڈالا جائے اور اس کے ساتھ عود ہندی کو نیم گرم پانی میں ملا کر اس کے غرارے کیے جائیں تو یہ گلے کی بیماریوں اور بخار سے شفا دیتا ہے،اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ جنہیں خراٹے آتے ہیں رات کو سوتے میں وہ زیتون کا استعمال اپنے نتھنوں میں کریں تو جلد اس بیماری سے صحت یاب ہو جائیں گے۔وہ لوگ جن کو کرونا وائرس کے ساتھ پیٹ کی بیماریاں لگ جاتی ہیں مثلا ،پیچش، گردوں کی خرابی اور معدے کی خرابی ان کو شہد کا استعمال کرنا چاہئے۔

الْعَبَادَةُ فِي الْأَوْبَئَةِ

(وباؤں میں عبادات)

جب کرونا وائرس نے جنم لیا تو اس کے ساتھ نئے دینی مسائل نے بھی جاہل حکمرانوں اور دین فروش ملاّؤں کی وجہ سے جنم لیا، جو اس سے ماقبل چودہ صدیوں میں پوری امت نے نہیں دیکھے اور نہ اُن پر عمل کیا۔ یہ نئی بدعات دین فروش ملاّوں کے حکمرانوں کے ہاتھوں بکنے اور گھٹنے ٹیکنے کے سبب پیدا ہوئیں، جو یہ ہیں باجماعت نماز کے لیے صفوں اور نمازیوں کے دوران چھ فٹ کا فاصلہ رکھنا تاکہ بیماری کے جراثیم ایک سے دوسرے کو نہ لگیں، منہ پر ماسک لگا کر (یعنی چہرہ ڈھانپ کر) نماز ادا کرنا، وباء کے دوران گھروں میں نماز ادا کرنا، شعائر اللہ یعنی مکہ و مدینہ منورہ، دیگر مساجد، خانقاہوں اور درگاہوں کی بندش، وباؤں کا مدینہ میں داخلہ، جنازوں کی نماز نہ پڑھنا، جمعہ کی نماز پر پابندی وغیرہ وغیرہ۔

صفوں کی درستگی: ہمارے ہاں بے اعتقاد اور جاہل حکمرانوں کے کہنے پر کرونا وائرس کے دنوں میں نماز کی صفوں اور نمازیوں کے دوران چھ فٹ کا فاصلہ رکھنے کا حکم دیا گیا، جس پر بہت سے علماء نے خاموشی اختیار کی اور اکثر نے اس پر بِلا دلیل عمل کیا اور اسلام میں نئی بدعت کو ایجاد کیا۔ اس پر صرف ایک شہر یا ملک والوں نے نہیں بلکہ پوری بلاد اسلامیہ نے مسجد حرام و مسجد نبوی ﷺ سمیت عمل کیا اور وہ مفتی جو ساری عمر روضہ رسول ﷺ کے سامنے درود و سلام پڑھنے اور جمعہ کے بعد درود و سلام پڑھنے کو بدعت کہتے رہے وہ خود صفوں میں فاصلے والی بدعت پر سرفہرست عمل کرتے نظر آئے بلکہ اس پر بے ڈھنگی دلیلیں بھی دیتے رہے۔ اس کے خلاف صرف چند گنے چنے علماء پاکستان نے عمل کیا اللہ اُن کو قیامت کے دن اجر دے۔

اعتراض: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں (مسجد میں نماز کے لیے دوڑتے ہوئے) آیا تو رسول اللہ ﷺ رکوع میں تھے (دوڑنے کی وجہ سے) میرا سانس پھول گیا تھا تو میں نے (مسجد میں جوتوں والی جگہ کے آگے سے) صف کے (عین) پیچھے رکوع کر لیا پھر (اسی رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے) صف کی طرف چلا گیا، (جب) رسول اللہ ﷺ نماز مکمل کر چکے تو (غیبی خبر دیتے ہوئے) فرمایا تم میں سے کس نے صف کے باہر (یعنی صف سے دوری پر) رکوع کیا (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ جانتے تھے اس لیے) میں نے (اقرار کرتے ہوئے) کہا میں ہوں (جس نے صف سے دوری پر رکوع کیا)، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہاری (نیکیوں کی) حرص میں اضافہ فرمائے آئندہ ایسا نہ کرنا۔
(الطبرانی صغیر، رقم الحدیث: 1030)(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2194،2195)
(طحاوی جلد دوم، رقم الحدیث: 4,5)

الجواب: اس مندرجہ بالا حدیث سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں کہ جب دوسری صف میں اکیلے نماز ثابت ہے تو چھ چھ فٹ کے فاصلے پر نمازی صف میں کھڑے کرنے اور ایک سے دوسری صف میں چھ فٹ کا فاصلہ رکھ کر نماز ادا کرنا ثابت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حدیث کو بغور پڑھیں اور ہماری لگائی ہوئی قوسین بھی دیکھیں حدیث تو ہمارے موقف کو ہی ثابت کر رہی ہے اور یہ کہ حدیث میں کہی نہیں آیا کہ جس صف کی طرف حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چل کر جا رہے تھے وہ پہلی تھی یا دوسری، اور دوسرا یہ کہ وہ صف میں اکیلے ہی تھے کیونکہ حدیث تو بتا رہی ہے کہ وہ دوری سے چلتے ہوئے صف میں شامل ہوئے اور صف ایک آدمی کے کھڑے ہونے کا نام نہیں بلکہ ایک سے زیادہ کے مل جانے سے صف بنتی ہے، حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرما رہے ہیں میں صف میں ملا۔ ایک اور بات یہ کہ یہاں جو ممانعت آرہی ہے اسے بھی بغور دیکھیں نبی علیہ السلام نے اس عمل کے فوراً بعد تعلیم دیتے ہوئے فرمادیا تاکہ اگلوں کے لیے دین بن جائے اور ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکی شمار ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے اعراض پیدا فرمادیا تھا کہ صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کے ذریعے سے کہ اس پر نبی علیہ السلام حکم جاری کرتے اور وہ شریعت بن جاتی، کیونکہ آپ ﷺ تشریع شریعت بھی ہیں اور مختار کل بھی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عید نماز سے قبل قربانی کر لی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ قربانی نہیں ہوئی تو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس تو اب بکری کے بچے کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم وہی قربان کر لو تمہاری قربانی ہو جائے گی، وہاں سیکھانا مقصود تھا کہ عید نماز سے قبل قربانی نہیں کرنی چاہیے اور اللہ نے سبب ایک صحابی کے عمل کو بنا دیا، ایک اور حکمت اس میں منع کرنے کی یہ تھی کہ اگر تب حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ منع کیا جاتا تو ہر کوئی گھر کے دروازے یا مسجد سے باہر سے نماز کی نیت باندھ لیتا اور یوں آکر نماز میں مل جاتا، اس حدیث میں ہمارے موقف پر یہ بھی دلیل ہے کہ صفوں کے دوران بھی فاصلے ختم کیے جائینگے نہ کہ ایک صف سے دوسری صف کے درمیان بھی چھ فٹ کا فاصلہ رکھا جائے گا، جیسے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آکر صف میں مل گئے۔

اس مندرجہ بالا حدیث میں دوری سے صف میں ملنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس کے

بر عکس نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ سکون سے آؤ، جو کچھ (امام کے ساتھ) پاؤ پڑھ لو اور جو رہ جائے مکمل کر لو۔
(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2146،2145،)(طحاوی، جلد دوئم، رقم الحدیث: 8)

ابن جریج، عطاء کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ، انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا، جب کوئی مسجد میں داخل ہو اور لوگ اس وقت رکوع کی حالت میں ہوں تو اس شخص کو مسجد میں داخل ہوتے ہی رکوع میں چلے جانا چاہئے اور پھر آہستہ آہستہ قدموں سے رکوع کی حالت میں چلتا ہوا صف میں شامل ہو جائے، کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے۔ عطاء کہتے میں خود عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کرتے ہوئے دیکھا۔
(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1571)

نوٹ: ایسا کرنا تب ٹھیک ہے جب نمازی کو یقین ہے کہ وہ صف میں مل جائے گا امام کے رکوع سے کھڑا ہونے سے پہلے، ورنہ ایسا نہ کرئے، کیونکہ اگر مسجد بڑی ہوئی اور وہ مسجد کے دروازے سے رکوع میں جائے گا، صف میں ملنے تک اس رکعات کو نہ پا سکے گا۔

عبداللہ بن ابو قتادہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اسی دوران آپ نے کچھ لوگوں کی تیز (آنے کی) آہٹ سنی، جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور دریافت کیا کہ تمہیں کیا ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم نماز کی طرف جلدی آنا چاہ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو تم نماز کی طرف آؤ تو پر سکون ہو کر آؤ جتنی تمہیں ملے وہ ادا کر لو جتنی رہ جائے اسے مکمل کر لو۔
(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2147)(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1505)

ہم یہاں یہ واضح بھی کرنا چاہئے ہیں کہ صف میں نماز کی حالت میں چل کر ملنے سے ہم اختلاف نہیں کرتے کیونکہ بعض اوقات مجبوری کے باعث یہ جائز ہوتا ہے جیسا کہ نماز خوف میں ایک جماعت پہلی رکعات ادا کرتی پھر دوسری آکر اس کی جگہ لے لیتی ہے، ہاں مگر اکثر ایسا کرنا منع ہے۔
امام ابو جعفری طحاوی حنفی رحمتہ اللہ علیہ نے خود بھی اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ "حدیث میں موجود "لاتعد" (آئندہ ایسا نہ کرنا) پر ہمارے نزدیک دو معنوں کا احتمال ہے کہ آئندہ صف کے پیچھے رکوع نہ کرنا حتی کہ تم صف کے میں کھڑے ہو جاؤ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے آئے تو صف کے پیچھے (اکیلا) رکوع نہ کرے حتی کہ صف میں اپنی جگہ پر چلا جائے۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دوسرا احتمال یہ لکھا کہ "آئندہ نماز کے لیے دوڑتے ہوئے نہ آئے کہ سانس بگڑ جائے"
(طحاوی، جلد دوئم، رقم الحدیث:7)

صفوں میں خالی جگہ کا خاتمہ: حدیث شریف میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلَاةِ

ترجمہ: اپنی صفوں کو برابر کرو(یعنی فاصلہ ختم کرو) بلاشبہ صفوں کا برابر کرنا نماز کے قائم کرنے سے ہے
(صحیح بخاری رقم الحدیث:723)(صحیح مسلم، رقم الحدیث:433)

اس سے معلوم ہوا کہ صفوں کا ٹیڑھا رکھنا اور اس میں خلا ہونا نقصان کا موجب ہو سکتا ہے اور ایسے ہی ہے جیسے نماز قائم نہ کی گئی،اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صفوں کو درست رکھو کیونکہ صف کو درست رکھنا نماز کے حسن سے ہے۔
(صحیح بخاری، رقم الحدیث:722)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا صف کے درمیان خالی جگہ چھوڑنے سے بچو۔
(کنزالعمال، رقم الحدیث:20624)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت نازل کرتے ہیں جو پہلی صفوں کو پر کرتے ہیں اور اللہ کے ہاں اس قدم سے زیادہ کوئی محبوب قدم نہیں جو صف (کی خالی جگہ کو) پر کرنے کے لیے (آگے) بڑھایا جائے۔
(کنزالعمال، رقم الحدیث:20629)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی قدم اللہ کے ہاں زیادہ اجر والا نہیں ہے اس قدم سے جو آدمی اُٹھا کر صف کی خالی جگہ کو پر کرے۔
(کنزالعمال، رقم الحدیث:20637،20636)

ان احادیث سے معلوم ہوا جس نماز میں صف درست نہ ہو اور نمازی فاصلے پر کھڑے ہوئے ہوں وہ

نماز حسن والی نہیں ہے اور پھر یہ کہ نماز حسن کے بغیر ایسے ہی جیسے انسان ٹکریں مار کر چلا جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلے والی صف کو مکمل کرو (یعنی اس میں شگافوں کا خاتمہ کرو) کوئی کمی ہو بھی تو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔
(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1546،1547)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا صف میں مل مل کر کھڑے ہو اور سیدھے کھڑے ہو، بے شک میں تم کو (اپنی غیب دیکھنے والی آنکھوں سے) اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔
(کنز العمال، رقم الحدیث: 20627)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میرے پیچھے یوں صفیں کیوں نہیں بناتے جیسے رحمن کے پاس ملائکہ صفیں بناتے ہیں، وہ اگلی صفوں کو پہلے پورا کرتے ہیں اور مل مل (یعنی شگاف ختم کرکے) کھڑے ہوتے ہیں۔
(کنز العمال، رقم الحدیث: 20623)

روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز ادا کرنے کے لیے (کھڑے ہو جاؤ) تو اپنی صفوں کو درست کرلو اور درمیان کے خلاء (شگاف) کو پر کرلو، بے شک میں تمہیں (اپنی غیب دیکھنے والی آنکھ سے) اپنے پس پشت بھی دیکھ لیتا ہوں۔
(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1548)

یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ حکم تاقیامت ہے آج بھی آپ ﷺ اپنی امت کی صفوں کو دیکھتے ہیں، لہذا جو صف میں خالی جگہ رکھے گا اسے نبی اکرم ﷺ دیکھیں گے اور اس پر ناراض ہوں گے، جب آپ ﷺ ناراض ہوں گے تو اللہ بھی ناراض ہو گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کے فرشتے صفوں کو ملانے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں اور جو کوئی کسی صف کی درمیانی خالی جگہ کو پر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ (جنت میں جو زمین سے آسمان تک ہے) بلند فرماتا ہے۔
(کنز العمال، رقم الحدیث: 20628)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت نازل کرتے ہیں جو صفوں کو بھرتے ہیں اور کوئی بندہ کسی صف (کی خالی جگہ) میں نہیں ملتا مگر اللہ اس کا ایک درجہ (جو جنت میں زمین سے آسمان تک ہے) بلند فرماتا ہے، اور ملائکہ اس (صف کی خالی جگہ ختم کرنے والے پر) نیکویوں کی بارش کرتے ہیں۔
(کنز العمال، رقم الحدیث: 20631)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی صف میں آکر ملا (چاہے وہ جہاد والی صف میں ملا یا نماز والی میں) اللہ پاک اس کے قدم جنت کی طرف ملائے گا۔
(کنز العمال، رقم الحدیث: 20632)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعلالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صف کو ملاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے ملاتا ہے) اور جو شخص صف کو کاٹتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کاٹ دیتا ہے۔
(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1549)

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفوں کو سیدھا رکھو کیونکہ میں تمہیں اپنے پس پشت بھی (اپنی غیب دیکھنے والی آنکھ مبارک سے) دیکھتا ہوں سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے ملاتا اور اپنا قدم دوسرے کے قدم کے برابر کرتا۔
(صحیح بخاری، رقم الحدیث: 725)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی جماعت میں صفوں میں شگاف ختم کرکے کندھے سے کندھا ملایا جائے گا اور پاؤں برابر کیے جائیں گے۔
نوٹ: یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے اللہ ان سے راضی ہو۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفیں قائم کرو کندھے برابر کرو (صفوں کے اندر) ان جگہوں کو پر کرو جو خالی رہ جائیں، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ (یعنی کندھے سے کندھا ملاؤ) صفوں کے اندر شیطان کے لیے جگہ نہ چھوڑو او جو صف ملائے گا اللہ

بھی (اسے اپنی رحمت سے) ملائے گا اور جو اسے کاٹے گا (یعنی صف میں شگاف رکھے گا) اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دے گا۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 666) (صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1549)

بھائیوں کے ہاتھوں نرمی کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر کوئی مجبوری کے باعث صف سے نکل کر چلا جائے تو صف کے شگاف ختم کر کے اپنے بھائی کے ساتھ کندھا ملا لو اور اگر کوئی پچھلی صف سے اس جگہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اسے اس شگاف کو ختم کرنے کے لیے صف میں داخل ہونے دو، رحمت سے کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس صف میں جان بوجھ کر دور کھڑے ہونے والوں کو کرونا وائرس یا دیگر بیماریوں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دے گا اور اپنے عذابوں سے دوچار کرئے گا، اللہ انہیں اپنی یاد سے غافل کر دے گا حتیٰ کہ انہیں اللہ کی طرف لوٹ کر آنا نصیب نہ ہوگا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہماری طرف رخ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اپنی صفوں کو درست رکھو" یہ بات آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمائی، اللہ کی قسم یا تو تم اپنی صفیں درست رکھو گے یا پھر اللہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔ روای کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ٹخنے اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے، اور ایک شخص کا گھٹنا اپنے ساتھی کے گھٹنے کے ساتھ ملا ہوا ہوتا تھا۔

(ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 160)

اس مندرجہ بالا حدیث کے تحت امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص میں ذرا سی بھی عقل ہو وہ یہ بات جانتا ہے کہ جب نمازی صف میں کھڑے ہوئے ہوتے ہیں تو ان میں سے کسی کے لیے اپنے پاؤں کی پشت (ٹخنے) دوسرے کے پاؤں کی پشت کے ساتھ ملانا ممکن نہیں ہوتا (کیونکہ جب پاؤں کی انگلیاں مل جائیں گی تو انسانی پاؤں کے تیر کی طرح سیدھا نہ ہونے کے سبب گھٹنے مل نہ سکیں گے) جو چیز ناممکن ہو کوئی بھی عقل مند اس کے ہونے کا وہم نہیں کر سکتا۔ (یعنی امام ابن خزیمہ رحمۃ کے نزدیک بھی پاؤں برابر کیے جائیں گے اور کندھے ہی ملائے جائیں گے)۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ

نے ارشاد فرمایا" بے شک اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت نازل کرتے ہیں جو صفوں کو ملاتے (یعنی ان کے شگاف ختم کرتے) ہیں۔

(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1556،1550)(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2164،2163)

صف کو پُر نہ کرنے والے کو روند دو: حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی (شخص) صف میں خالی جگہ دیکھے وہ خود آگے بڑھ کر اس خالی جگہ کو پُر کردے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو کوئی دوسرا (شخص) اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر (اسے روندتا ہوا) آگے (خالی جگہ پُر کرنے کے لیے) جائے، کیونکہ (جس شخص نے خالی جگہ کو پُر نہیں کیا) اب اُس کی کوئی عزت و حرمت باقی نہیں رہی۔

(کنزالعمال، رقم الحدیث: 20633)(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 11184،11214)

صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں: حضرت وابصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اُسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔

(الموارد، رقم الحدیث: 403)(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 682)

(طحاوی جلد دوئم، رقم الحدیث: 1,2)(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1570)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل عراق نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ مقتدی صف کے پیچھے (اکیلا) کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے، حالانکہ اس مسئلہ کی اس سے دور تک کوئی مشابہت نہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نماز ادا کی تو خاتون نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑی ہوئی اور نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنی دائیں طرف کھڑا کیا۔ حضرات کہتے ہیں کہ جب عورت کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر نماز ادا کر لے تو صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہونے والے مرد نمازی کی بھی نماز جائز ہو گی، (امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں) میرے نزدیک یہ استدلال غلط ہے کیونکہ یہ عورت کے بارے سنت ہے کہ وہ صف کے پیچھے تنہا کھڑی ہو کر نماز ادا کرے، جب اس کے ساتھ کوئی دوسری عورت کھڑی نہ ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ امام کے پیچھے کھڑی ہو یا مردوں کی صف میں کھڑی ہو۔ لیکن اگر مقتدی مرد ہو اور وہ اکیلا ہو تو اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور اگر مقتدی زیادہ ہوں تو وہ امام کے پیچھے صف بنائیں گے، یہاں تک کہ صف مکمل ہو جائے۔ مرد کے لیے جائز نہیں کہ جب وہ اکیلا مقتدی ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہو، اہل علم کے نزدیک اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص یہ فعل کرے اور

امام کے پیچھے کھڑا ہو جائے جبکہ ایک مقتدی پہلے ہی امام کے دائیں طرف کھڑا ہوا ہو تو یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت کے خلاف ہوگا۔ اگرچہ اہل علم کے نزدیک اس بارے اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایسی نماز دوہرانا واجب ہوگا (یا نہیں ہوگا)۔ جب کوئی عورت صف کے پیچھے کھڑی ہو اور اس کے ساتھ کوئی اور عورت یا عورتیں نہ ہو تو وہ اسی طرح کرے گی جیسا اسے حکم دیا گیا اور جو کھڑے ہونے میں اس کے لیے سنت ہے۔ لیکن جب کوئی مرد صف میں اکیلا کھڑا ہو تو اس کے لیے یہ سنت نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ صف میں داخل ہو کر دوسرے مقتدیوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقتدی کو جس چیز سے منع کیا گیا اور جو کھڑا ہونے کے طریقے میں اس کے لیے خلاف سنت ہے، اسے اس عورت کے مشابہہ قرار دیا جائے۔ جو شخص ممنوعہ چیز کو اس کے مشابہہ قرار دیتا ہے، جس کا حکم دیا گیا ہو، ایسا شخص واضح غفلت کا شکار ہے اور وہ دو ایسے افعال کو ایک دوسرے کے مشابہہ قرار دے رہا ہے جو ایک دوسرے کے متضاد ہیں کیونکہ وہ شخص ممنوعہ فعل کو مامور بہ کے مشابہہ قرار دے رہا ہے۔ آپ ان الفاظ میں غور کریں ہمارے خالق کی توفیق سے یہ آپ کے سامنے اس حجت کو واضح کر دیں گے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارے مخالف عراقی علماء یہ گمان کرتے ہیں اگر عورت صف میں مردوں کے ساتھ کھڑی ہو جائے، جس طرح مردوں کو حکم ہے تو وہ عورت اس شخص کی نماز کو فاسد کر دے گی جو دائیں، بائیں اور پیچھے کھڑا ہو۔ ان کے نزدیک مرد کو حکم ہے کہ وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو، تو وہ عورت جو ایک فعل کرے جو تین نمازیوں کی نماز کو فاسد کر دے، اس کے فعل کو اس شخص کے فعل کے کیسے مشابہہ قرار دیا جا سکتا ہے، جسے اس فعل پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہو، کیونکہ اگر وہ اس فعل پر عمل کر لے تو اس کا فعل کسی کی بھی نماز کو فاسد کر سکتا ہے۔ (امام ابن خزیمہ)

حضرت وابصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز ادا کی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ دوبارہ نماز ادا کرے۔
(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2202)

ہلال بن یساف سے مروی ہے کہ زیاد بن جعد نے جب ہم رقہ (علاقہ کا نام) میں تھے تو میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک عمر رسیدہ آدمی کے پاس لے گیا جس کا نام وابصہ بن معبد تھا، (اس عمر رسیدہ) شخص نے کہا ایک شخص نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی وہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے نماز دھرانے کا حکم دیا۔
(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت عبدالرحمن بن علی بن شیبان سَحَیمِی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک وفد کے رکن تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو دیکھا کہ ایک شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھا رہا تھا (باوجود یہ کہ اگلی صف میں جگہ موجود تھی) سرکار دوعالم ﷺ کھڑے ہوگئے۔ یہاں تک کہ اُس شخص نے نماز مکمل کرلی پھر آپ ﷺ نے فرمایا نئے سرے سے نماز پڑھو صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوتی۔

(طحاوی، جلد دوئم، رقم الحدیث: 3)(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1569)

اس مندرجہ بالا حدیث میں خود سرکار دوعالم ﷺ نے وجہ بیان کردی کہ صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہونے کی وجہ سے تمہاری نماز نہیں ہوئی تو وہ لوگ جو کروناوائرس میں چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے رہے وہ بھی تو اکیلے کھڑے ہونے کی مترادف تھا وہاں کونسا صف میں کندھے سے کندھا ملا ہوا تھا کہ صف بن جاتی لحاظہ ان سب لوگوں پر اپنی نمازوں کو دوہرانا لازم ہے۔ یہاں ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں ہو کہ ایک حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ جس نے وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وضو کامل اور بابرکت نہیں ہوا کیونکہ اس حدیث میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں وضو لوٹانے کا حکم نہیں آیا یہاں تو واضح نماز لوٹانے کا حکم آیا ہے، لہذا اس حدیث کو اُس حدیث پر قیاس (map) نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت زید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ہم نے امام کو رکوع میں پایا ہم نے رکوع کیا پھر ہم (رکوع کی حالت میں) چل کر صف میں کھڑے ہوگئے امام نے نماز مکمل کی تو میں باقی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا تم نے (مکمل) نماز حاصل کرلی (کیونکہ جس نے رکوع کو پالیا اس نے رکعات پالی)۔

(طحاوی، جلد دوئم، رقم الحدیث: 19)

زید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کے ملنے سے صف مکمل ہوگئی اور انہوں نے صفوں کی دوری کا فاصلہ بھی ختم کیا۔

حضرت خیثمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگلی صف میں خالی جگہ دیکھی تو مجھے آگے بڑھنے کے لیے کونچا مارا لیکن وہاں بیٹھنے کے لیے جگہ کی تنگی

نے مجھے روکے رکھا (کیونکہ میرا جسم بھاری تھا بانسبت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے) جب انہوں نے یہ بات دیکھی تو وہ خود آگے بڑھ گئے۔

(طحاوی، جلد دوئم، رقم الحدیث: 18)

حضرت اشعث سے مروی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صف سے پیچھے (اکیلے) نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔

(طحاوی، جلد دوئم، رقم الحدیث: 24)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک جو شخص صف سے پیچھے (تنہا) نماز ادا کرئے وہ جائز ہے۔

(طحاوی، جلد دوئم، زیر رقم الحدیث: 17)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ صف کے پیچھے اکیلے نماز ادا کرنے کی اجازت ہے اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین کا قول ہے۔

ویسے صف سے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کا مسلک غیر مقلدین فرقے کا بھی ہے، چنانچہ ان کی کتاب "نماز نبوی ﷺ" میں لکھا ہے کہ اگر اگلی صف میں جگہ نہ ہو اور نمازی اکیلے صف میں کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی، یہی موقف ابن تیمیہ اور البانی اور دیگر کا ہے۔

(نماز نبوی ﷺ، مطبوعہ دار السلام پاکستان، صفحہ: 167)(ارواء الغلیل: 329/2)

(فتاوی الدین الخالص: 244/5)

ہم امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین کا دامن پکڑ کر یہ کہتے ہیں کہ صف کے پیچھے اکیلے نماز اس وقت جائز ہے جب پہلی صف میں جگہ موجود نہ ہو دوسرا یہ کہ نمازی کے لیے دوسری صف میں کھڑے ہونا مجبوری ہو مثلاً کسی شخص کو پہلی صف سے نمازی کے نکالنے کا علم نہ ہو اور یہ کہ اسے یہ ڈر ہو کہ اگر میں اگلے نمازی کو پچھلی صف میں کھینچوں گا تو کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے، چنانچہ ہلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ زیاد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بنو اسد سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ (صحابی رسول ﷺ) کے پاس کھڑا کر دیا جن کا نام وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ

عنہ تھا، زیاد نے بتایا کہ ان صاحب نے مجھے حدیث بیان کی وہ (بزرگ) یہ بات سن رہے تھے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ ایک شخص آپ ﷺ کی اقتداء میں تنہا کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہا ہے وہ کسی صف میں شامل نہیں ہوا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔

(سنن الدارمی، رقم الحدیث: 1319)

لحاظہ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ کسی صف میں شامل نہ ہونا جب کہ اگلی صفوں میں جگہ موجود ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کی دادی حضرت مُلَیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھانا پکا کر رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی، کھانا کھانے کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا چلو میں تم کو (نفلی) نماز پڑھا دوں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں ایک چٹائی (کھجور کی چھال کی بنی ہوئی) لے کر آیا جو کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی سے دھویا پھر اس چٹائی پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے (پھر) میں اور (ایک) یتیم (بچہ)، آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور بڑھیا (حضرت مُلَیکہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پیچھے دوسری صف میں کھڑی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز (نفل) پڑھانے کے بعد تشریف لے گئے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1398)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت دوسری صف میں اکیلی کھڑی ہو سکتی ہے اس صورت میں جب کوئی دوسری عورت موجود نہ ہو، لیکن مرد اکیلا صف کے پیچھے کھڑا نہیں ہوگا، اور یہ کہ کوئی سمجھ رہا ہو کہ شاید حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے پچھلی صف میں دائیں جب تنہا کھڑا کیا ہوگا تو اس کا جواب اور عورت کے تنہا ہونے کی صورت میں دوسری صف میں کھڑا ہونا مندرجہ ذیل حدیثوں سے ثابت ہو رہا ہے چنانچہ روایت ہے،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اور ان کی ماں (دادی) یا خالہ کو نماز پڑھائی اور (انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) بتایا کہ مجھے آپ ﷺ نے اپنے دائیں جانب کھڑا کیا (نہ کے پچھلی صف میں دائیں جانب) اور عورت (میری دادی) کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1401)

اسی طرح کی ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے) میں آکر آپ کے (دائیں) پہلو میں کھڑا ہوا نبی اکرم ﷺ نے اپنے دایاں دست اقدس میرے سر پر رکھا آپ ﷺ نے میرے دائیں کان کو پکڑ کر ملا پھر آپ ﷺ نے دو رکعات نماز ادا کی۔

(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1675)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور گھر میں صرف میں میری ماں اور خالہ ام حَرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین موجود تھیں، آپ ﷺ نے (کھانا کھانے کے بعد) فرمایا اُٹھو میں تمھیں نماز پڑھادوں حالانکہ وہ کسی فرض نماز کا وقت نہ تھا، ایک شخص (نے راویِ حدیث) ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا نبی اکرم ﷺ نے (اس باجماعت نفلی نماز میں) حضرت انس کو کس جگہ کھڑا کیا تھا؟ ثابت نے بتایا (انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکیلے ہونے کی وجہ سے) اپنی دائیں جانب (کھڑا کیا)۔ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) پھر رسول ﷺ نے (نماز ختم ہونے کے بعد) ہم گھر والوں کے لیے (ہاتھ اُٹھا کر) دنیا و آخرت کی ہر فلاح (و بھلائی) کے لیے دعا کی، (جب نبی اکرم ﷺ دعا فرمارہے تھے تو) میری ماں نے کہا یارسول اللہ ﷺ انس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چھوٹا سا خادم ہے اس کے لیے خصوصی دعا فرمائیے تو آپ ﷺ نے میرے لیے ہر خیر کی دعا کی اور اخیر میں فرمایا اے اللہ عزوجل! اس (انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1400)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت تب تنہا صف کے پیچھے کھڑی ہوگی جب وہ اکیلی ہوگی و گرنہ دو ہی عورتیں ہی صف میں کھڑی ہوگی جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اور خالہ کھڑی ہوئیں تھیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا اگر دو بچے یا دو مرد ہوں گے تو وہ امام کے پیچھے صف بنائے گے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی سمجھے کہ پہلی حدیث میں تو اُن کی دادی تھی اس حدیث میں خالہ کا ذکر ہے تو ہم کہتے ہیں یہ واقع حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر دو دفعہ رونما ہوا کیونکہ حضور اکرم ﷺ اکثر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا صف کے پیچھے تنہا کھڑے نہیں ہونا چاہیے بلکہ کسی صف میں شامل ہونا چاہیے۔ اگر صف

کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے کی اجازت دے دی جائے تو یہ فتنہ و فساد اور بدعات کا سبب بنے گا کہ ہر شخص ایک ایک آدمی کی صف بنائے گا جیسا کہ ہمارے دور میں کرونا وائرس کے وباء کے دنوں میں کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے سے چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہوا۔

نوٹ: یہ مندرجہ بالا حدیث امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز کے بعد دعا مانگنے کے موقف کو بھی ثابت کرتی ہے، اللہ کی کروڑوں رحمتیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہوں۔

صفیں درست رکھنا امت محمدیہ ﷺ کی شان توریت میں: صفوں اور نمازیوں میں فاصلہ نہ رکھنا یہ شان تو امت محمدیہ ﷺ کی توریت میں بھی بیان ہوئی تھی، چنانچہ روایت ہے حضرت کعب بن احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی) یہود کے بہت بڑے عالم توریت تھے وہ توریت سے امت محمدیہ ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

صَفُّهُمْ فِي الْقَتَالِ وَ صَفُّهُمْ فِي الصَّلٰوةِ

ترجمہ: ان کی صفیں جہاد اور نماز میں برابر ہوں گی (یعنی ٹوٹی ہوئی نہ ہوں گی)

(مشکوۃ مراۃ المناجیح، رقم الحدیث: 5517)

افسوس آج امتِ محمدیہ ﷺ صرف ایک وہمی بیماری اور وبائی مرض کے سبب اپنی شان کے برعکس عمل کررہی ہے صرف اہل کفر کے اطاعت و خوشنودی اور چند ڈالر حاصل کرنے کی خاطر، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے غیروں کی سوچ کو ہم پر مسلط کردیا ہے۔ جب قومیں اپنے دین کی پیروی کرتی ہیں تو اللہ انہیں غالب کرتا ہے مگر جب اپنے دین سے روگردانی کرتی ہیں یا دین کے احکام کو پس پشت ڈالتی ہیں تو اللہ انہیں ذلیل و رسوا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

لَا يُعَادِيْهِمْ اَحَدُ، اِلَّا كَبَّه، اللهُ علٰى وَجْهِه مَااَقَامُوالدِّيْنَ

ترجمہ: نہیں کوئی مخالفت کرے گا ان کی مگر اللہ اسے منہ کے بل اوندھا گرادے گا جب تک کہ دین نہ قائم کریں۔

(مشکوۃ، رقم الحدیث: 5723)

یہی وجہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے حکم کو ڈاکٹروں اور عالمی ادارہ صحت کے حکم کے سامنے فوقیت نہیں دی تو اللہ نے قوم کو رسوائی کی طرف پھینک دیا۔ افسوس پاکستان سمیت بلاد اسلامیہ کے تمام ملاؤں کو بھی کچھ یاد نہیں رہا جو حکومتیں کہتی رہیں وہ ویسے ہی فتوے دیتے گئے اور

حکومتوں سے مال لے کر اپنی جیبیں بھرتے رہے، سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے کہ

يَخْرُجُ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَّخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبِسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَهَا الضَّان مِنَ اللِّيْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبِ الذِّيَابِ

ترجمہ: آخر زمانہ میں کچھ (نام نہاد علماء) لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانہ دنیا کمائیں گے لوگوں کے سامنے بھیڑے کی کھال پہنیں گے (یعنی ظاہری و باطنی طور پر کچھ اور ہوں گے) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کی طرح (سخت) ہوں گے۔

(مشکوۃ، رقم الحدیث: 5085,5086)

حضرت ابوالزعراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ نے فرمایا میں دجال کے علاوہ اپنی امت کے دجال صفت گمراہ علماء کا (اپنی امت) کے بارے خوف رکھتا ہوں۔

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ ابوالزعراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فرشتوں کی صفوں کی طرح کی صفیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیں دیگر انسانوں (یعنی دوسری امتوں) پر تین وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح (ملی ہوئی) بنادی گئیں، ہمارے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنادیا گیا ہے اور اس کی مٹی پانی نہ ملنے پر ہمارے لیے پاک بنادی گئی (یعنی ہم تیمم کر سکتے ہیں)۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1067)

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت نازل کرتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 2163)

عبداللہ بن ابو بصیر اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک آگے والی صف فرشتوں کی صف کی مانند ہے (یعنی شگافوں کے بغیر اور کندھے سے کندھا ملا ہونا) اگر تمہیں اس (صف) کی فضیلت کا پتہ چل جائے تو تم تیزی سے اس کی طرح لپکو۔

(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1553)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میرے پیچھے یوں صفیں کیوں نہیں بناتے جیسے رحمٰن کے پاس ملائکہ صفیں بناتے ہیں وہ اگلی صف کو پہلے مکمل کرتے ہیں اور صف میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، رقم الحدیث: 20623)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (کیا) تم اس طرح صف نہیں بناتے جس طرح اپنے پروردگار کی بارگاہ میں فرشتے صف بناتے ہیں، ہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ فرشتے اپنی رب کی بارگاہ میں کیسے صف بناتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ پہلی صف کو مکمل کرتے ہیں (پھر دوسری صف بناتے ہیں) اور کندھے کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1544)

نوٹ: یہی مسلک امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ نماز میں کندھے سے کندھے ملائے جائیں، اللہ کی کروڑوں رحمتیں امام اعظم پر نازل ہوں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اتنا خوبصورت ہے کہ وبائی امراض میں شرعی رہنمائی کرتا ہے۔

صفیں درست نہ رکھنے پر دلوں کے اختلاف کی وعید: حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے کندھوں اور سینوں پر ہاتھ پھیرتے تھے (صفوں کے خلا کو ختم کرنے کے لیے اور انہیں سیدھا رکھنے کے لیے) یہ ارشاد فرماتے تھے۔

لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفُ قُلُوبُكُمْ اِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْمُقَدَّمَةِ

ترجمہ: (صف بنانے میں) تم آپس میں اختلاف نہ کرو (یعنی کھلے کھلے ہو کر صف میں کھڑے نہ ہو اور دور دور صف نہ بناؤ) ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا (یعنی ایک دوسرے کے خلاف بغض، نفرت اور کینہ) بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اگلی صفوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 2161,2157, 2172,2178)

(مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث: 2494)

(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1551،1556،1552،1557،556)

عبداللہ بن مسعود نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ (صف میں کھڑے ہوتے ہوئے) اختلاف نہ کرو یعنی آگے پیچھے کھڑے نہ ہو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا اور تم لوگ بازاروں میں ٹولیاں بنا کر بیٹھنے سے گریز کرو۔

(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث:1572)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز (کے آغاز) میں نبی اکرم ﷺ ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے (تاکہ صفیں سیدھی کریں) آپ ﷺ نے یہ فرمایا کرتے تھے سیدھے رہو اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا۔

(ابن خزیمہ، رقم الحدیث:1542)

حضر نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صفوں کو درست کیا کرتے تھے، یہاں تک آپ ﷺ اسے تیر یا نیزے کی مانند (سیدھا) بنادیتے تھے، جب آپ ﷺ کسی شخص کے سینے کو آگے نکلا ہوا دیکھتے تھے تو ارشاد فرماتے، اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کے درمیان اختلاف پیدا کردے گا۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:2165)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صفوں کو درست رکھو (اس سے تمہارے) دلوں میں اختلاف پیدا نہیں ہوگا۔

(سنن الدارمی، رقم الحدیث:1296)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہماری طرف رخ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اپنی صفوں کو درست رکھو" یہ بات آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمائی، اللہ کی قسم یا تو تم اپنی صفیں درست رکھو گے یا پھر اللہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کردے گا۔

(ابن خزیمہ، رقم الحدیث:160)

شیطان اور صف کی خالی جگہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا، تم اپنی صفوں کو درست رکھو ایک دوسرے کے قریب (ہو کر کھڑے) رہو اور اپنے کندھوں کو برابر رکھو اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں وہ (تمہاری) صف کی درمیانی جگہ میں یوں داخل ہوتا ہے جیسے وہ بکری کا (شریر) بچہ ہو۔
(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث:2166)(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث:1545)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رشاد فرمایا صف میں خالی جگہ چھوڑنے سے بچو (کیونکہ اس میں شیطان کھڑا ہو جاتا ہے)۔
(کنزالعمال، رقم الحدیث:20625،20624)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا صف میں مل کر کھڑے ہو، کہیں اولاد حذف درمیان میں نہ آگھسے، پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ! اولاد حذف کیا ہے؟ ارشاد فرمایا (وہ جنات جو) بغیر بالوں والی کالی بھیڑ (کی شکل کے) جو یمن میں ہوتی ہے۔
(کنزالعمال، رقم الحدیث:20626)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی صفیں ملی ہوئی رکھو (یعنی ایک سے دوسرے آدمی کے درمیان شگاف نہ ہو) اور صفوں کے درمیان نزدیکی ہو (یعنی ایک صف سے دوسری صف کے دوران دوری نہ ہو کہ اس کے درمیان کوئی صف نہ بن سکے) اور گردنیں سیدھی رکھو، قسم ہے اس ذات باری تعالیٰ کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یقیناً میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ جو صف کے شگافوں (خلاؤں) میں داخل ہوتا ہے گویا کہ وہ بکری کا سیاہ بچہ ہے۔
(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:667)(الموارد، رقم الحدیث:387)(ابن خزیمہ، رقم الحدیث:1545)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صفیں قائم کرو کندھے برابر کرو (صفوں کے اندر) ان جگہوں کو پر کرو جو خالی رہ جائیں، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ (یعنی کندھے سے کندھا ملاؤ) صفوں کے اندر شیطان کے لیے جگہ نہ چھوڑو اور جو صف ملائے گا اللہ بھی (اسے اپنی رحمت سے) ملائے گا اور جو اسے کاٹے گا (یعنی صف میں شگاف رکھے گا) اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دے گا۔
(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:666)(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث:1549)

حضرت ابو الشجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نماز میں صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ تمہاری صفیں فرشتوں کی صفوں کے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں، جو تمہارے کندھوں کے درمیان صف آراء ہوتے ہیں اور درمیان میں فاصلے مت چھوڑو کیونکہ ان جگہوں میں شیطان داخل ہو جاتا ہے، جو لوگ صف میں اتصال (جوڑ) قائم رکھیں گے اللہ ان میں اتصال (محبت) قائم رکھے گا۔

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ ابو الشجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ان حدیثوں سے پتا چلا کہ ایک نمازی سے دوسرے نمازی کے دوران فاصلہ رکھنا کتنا نقصان دہ ہے کہ اس سے شیطان دو نمازیوں میں موجود شگاف میں داخل ہوتا ہے اور نماز بھی عمدہ نہیں رہتی، بکری کا بچہ اپنی ماں کے پستانوں (تھنوں) کے نیچے گردن ڈالتا ہے باوجود یہ کہ اس کا قد بڑا ہوتا ہے اور وہ تھنوں کو منہ میں ڈال کر کھینچنا شروع کر دیتا ہے اور اپنی ماں کے پیٹ میں اپنے سر سے ٹھوکریں مارتا ہے، اسی طرح شیطان بکری کے بچے کی طرح دو نمازیوں کے درمیان جگہ میں گھس جاتا ہے اور اپنے دائیں بائیں نمازیوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر اُن کی نماز اُچکتا ہے کہ نمازی کو پتا ہی نہیں چلتا کہ اس نے نماز میں تشہد پڑھی بھی ہے کہ نہیں اور یوں نمازی بغیر کوئی نیکی کمائے صرف ٹھوکریں مار کر گھر کو لوٹ جاتا ہے۔

منہ چھپا کر نماز ادا کرنا: ہمارے ہاں بے اعتقاد اور جاہل حکمرانوں کے کہنے پر کرونا وائرس کے دنوں میں جہاں نماز کی صفوں اور نمازیوں کے دوران چھ فٹ کا فاصلہ رکھنے کا حکم دیا گیا وہاں ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ نماز میں کسی کپڑے یا ماسک (Mask) کے ساتھ منہ چھپا کر نماز ادا کی جائے تا کہ ایک دوسرے کے جراثیم نہ لگیں اور بیماری سے محفوظ رہا جا سکے، اس روش کو بے اعتقاد لوگوں نے بے دھڑک اختیار کیا کہ انہوں نے نماز کے وقت اپنے چہروں کو ماسک سے ڈھانپ لیا حالانکہ حدیثوں میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

نماز میں منہ چھپانے کی ممانعت: سید دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ خبردار! تم میں سے کوئی شخص نماز میں داڑھی نہ چھپائے کہ داڑھی چہرے سے ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب، رقم الحدیث: 7702)

لہذا اس مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا نماز کے دوران داڑھی چھپانا جائز نہیں اور یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ فرما رہے ہیں کہ داڑھی چہرے سے ہے پھر چہرہ تو چہرہ ہے اس کا تو ہرگز چھپانا

جائز نہیں۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ نے نماز میں سدل (یعنی تکبر سے کپڑا لٹکانے) سے منع کیا ہے اور اس بات سے بھی کہ کوئی شخص (نماز میں) اپنا منہ ڈھانپے۔
(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 643)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کے دوران سدل (کے طور پر کپڑا لٹکانے) سے منع فرمایا اور (اس بات سے بھی منع فرمایا) کہ آدمی اپنا منہ ڈھانپے۔
(ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 918)

لہذا نماز کے دوران ماسک پہننا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ دلیل قطعی سے ثابت ہو رہا ہے اور اسی وجہ سے نماز دوہرانا لازم ہوگا، بعض لوگوں نے طبیبوں کے کہنے اور حاجت و ضرورت کے پیش نظر اسے جائز قرار دیا جو کہ غلط ہے کیونکہ کرونا وائرس بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا ظن فاسدہ ہے۔ لہذا اس ظن فاسدہ کی وجہ سے کراہت کو تحریم میں نہیں بدلا جاسکتا۔

علامہ ابن عابد شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نماز میں ناک و منہ کا چھپا لینا مجوسیوں سے مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے"

(ردمختار، جلد دوئم، باب مایفسد الصلاۃ)

روایت ہے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارا ایک افلح نامی غلام تھا جب وہ سجدہ کرتا تو (سجدہ والی جگہ سے مٹی ہٹانے کی خاطر) پھونکتا (کہ کہیں میرے منہ و ناک میں مٹی نہ چلی جائے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) اے افلح! اپنا منہ خاک آلود کر۔
(ترمذی، رقم الحدیث: 381)

ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس موجود تھا ان کے رشتے داروں میں سے ایک نوجوان ان کے پاس آیا جس کے بڑے بڑے بال تھے وہ وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے لگا، جب وہ سجدے میں جانے لگا تو اس نے پہلے پھونک ماری (تاکہ نیچے پڑی گرد اس کے منہ و ناک میں نہ چلی جائے) تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم

ایسا نہ کرو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سیاہ فام لڑکے کو یہ فرمایا تھا اے رباح (سجدے کے دوران) تم اپنے چہرے کو خاک آلود کرو۔
(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:1913)

گھروں میں نماز: اس سلسلہ میں کرونا وائرس کے دنوں میں حکومت اور اس کے حامی علماء کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ نماز گھروں میں ادا کی جائے تاکہ کرونا وائرس سے بچا جا سکے اور اس پر انہوں نے ڈھٹائی کرتے ہوئے مسجدوں کو بند کیا حتیٰ کے ملک بھر میں اکثر جگہوں پر نماز جمعہ کی بھی پابندی لگادی گئی اور اپنی اس ہٹ دھرمی پر اپنی کج فہمی کی بنا پر مندرجہ ذیل دلائل بھی دیتے رہے۔

اعتراض: حضرت ابو ملیح بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات بارش کے دوران مسجد کی طرف نکلا جب میں واپس آیا اور میں نے (نفل) نماز شروع کی تو میرے والد نے مجھے کہا، ہم نے حضور ﷺ کو حدیبیہ کے دن دیکھا، ہم پر آسمان سے بارش برسی بارش کی وجہ سے ہمارے پاؤں زمین پر (کیچڑ کی وجہ سے نیچے) نہیں لگ رہے تھے، حضور ﷺ کے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ

اَن صَّلو فِي رِحَالِكُم

ترجمہ: اگر تم نماز اپنی رہائش والی جگہ (یعنی خیموں) میں ادا کرلو (تو تم پر گناہ نہیں)
(المعجم الکبیر:502)(صحیح ابن حبان:2083،2080،2079)

نافع، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سرد رات میں انہوں نے ضَجنَان کے مقام پر اذان دی اور اپنے ساتھیوں سے کہا، تم لوگ اپنی رہائش والی جگہ پر ہی نماز ادا کرلو کیونکہ نبی اکرم ﷺ اپنے مؤذن کو یہ ہدایت کرتے تھے وہ بارش والی رات میں یا سرد رات میں (سفر کی حالت میں) اذان دے اور آپ اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت کرتے تھے، تم لوگ اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کرلو۔

(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث:2078،2077،2076،2080)

ان حدیثوں سے یہ دلیل پکڑی جاتی ہے کہ نے بارش والے دن نماز گھر میں ادا کرنے کی جائے اور اسی طرح وباؤں میں بھی گھروں میں نماز ادا کی جائے۔

الجواب: ہم کہتے ہیں یہ مندرجہ بالا حدیثیں چند وجوہات کی بنا پر آپ کے موقف پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ حکم سفر کے دوران کا ہے اور دوران سفر بارش کی وجہ سے

زمین گیلی ہونے کے باعث تھا نہ کہ عام دنوں اور وباؤں کے لیے تھا، اگر ایسا ہوتا تو کوئی یہ بھی دلیل بنا سکتا ہے کہ آج دھوپ زیادہ ہے لحاظہ آج نماز گھر میں ادا کر لیتا ہوں، لحاظہ صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس پر عام دنوں اور طاعون کے زمانہ میں عمل نہیں۔
حضرت ملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کا بیان نقل کرتے ہیں حدیبیہ کے زمانہ میں نبی اکرم ﷺ ہمارے ساتھ تھے، ہمیں بارش نے آلیا وہ اتنی بارش تھی، جس سے ہمارے جوتے کے نیچے والے حصے والا حصہ گیلا نہیں ہوا، لیکن نبی اکرم نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اعلان کرنے والے نے یہ اعلان کیا تم لوگ اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کر لو۔
(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2083،2081،2079)

اس مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا یہ حکم زمین کے کچھ گیلا ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا کیونکہ گیلی جگہ پر زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے سجدہ کی لذت حاصل نہیں ہونی تھی اس لیے نبی اکرم ﷺ نے سب کو خیموں میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا کہ اپنی انفرادی نماز ادا کرلیں۔ دوسری وجہ یہ تھی مزید بارش ہونا بھی متوقع تھا اور وہاں سفر کی حالت میں مقامی مسجد نہ تھی کہ جہاں جا کر ایک عمارت کے نیچے نماز ادا کر لی جاتی لہذا یہ حکم دیا گیا کہ رہائشی جگہ یعنی خیموں میں نماز ادا کر لی جائے۔
وہ حدیث کے جس میں ہے کہ حضرت ملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باجماعت نماز مسجد میں ادا کی جو یہ ثابت کرتا ہے کہ اس بارش والے دن دیگر صحابہ و تابعین اس جماعت میں شامل ہوئے اور حضرت ملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی دلیل کو اپنا موقف نہیں بنایا اور خود حضرت ملیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نہیں اپنایا چنانچہ انہی سے اس موضوع پر دیگر روایات بھی ملتی ہیں۔
حضرت ابوملیح بن اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نماز عشاء بصرہ میں پڑھی اس حالت میں کہ بارش ہو رہی تھی، پھر میں نماز شروع کرنے کے لیے آیا تو مجھے ابواُسامہ نے کہا جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ (سفر میں) ہوتے تھے اور بارش برس رہی ہوتی تھی تو ہمارے پاؤں (زمین گیلی ہونے اور کیچڑ کے سبب) نیچے نہیں لگتے تھے حضور ﷺ کا منادی اعلان کرتا کہ

صَلُّو فِي رِحَالِكُم

ترجمہ: تم اپنی رہائش والی جگہ (یعنی خیموں) میں نماز پڑھ لو۔
(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 499،498)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز گھروں میں نہیں بلکہ رہائش والی جگہ جہاں دوروان سفر خیمے لگائے گئے تھے وہاں ادا کرنے کا حکم دیا اس وجہ سے کہ وہاں مسلسل بارش ہو رہی تھی اور زمین کیچڑ زدہ تھی اور گیلی زمین نرم ہونے کے باعث اس پر سجدہ نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی سجدہ کی لذت حاصل ہو سکتی تھی اس لیے منع کیا گیا۔ اگر نماز گھروں میں ادا کرنے کا حکم ہوتا تو وہاں صلو فی بیتکم کو حکم ہوتا۔ اسی طرح حضرت ملیح الھذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا کرتا تھا، ہم (ایک دن) حنین (جگہ کا نام) کی طرف گئے، رمضان کے سترہ دن گزر گئے تھے، جمعہ کے دن ہم پر بارش ہونے لگی حضور ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اعلان کر دو لوگوں کے درمیان کہ

اِنَّ صَلَاةَ فِی الرِّحَالِ

ترجمہ: بے شک (زمین گیلی ہے لحاظہ) نماز رہائش والی جگہ (یعنی خیموں) میں ادا کر لی جائے

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 503، 501، 500)(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1659، 1658)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے ہوتے تھے اور رات انتہائی تاریک (و سرد) ہوتی تھی یا رات کے وقت بارش ہو جاتی تھی تو نبی اکرم ﷺ کا موذن یہ اعلان کرتا تھا "تم لوگ اپنی رہائشی جگہ پر ہی نماز ادا کر لو۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2084)

حضرت عمرو بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں اس آدمی سے جس نے حضور ﷺ کے موذن سے سنا کہ ایک (سفر کے) موقع پر بارش ہو گئی نے منادی کرا دی کہ اپنی اپنی اقامت گاہ پر نماز ادا کر لو۔

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، فی تذکرہ عمرو بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا نبی اکرم ﷺ کا حکم رہائشی جگہ پر سفر کے دوران بارش کے وقت کے لیے ہے لحاظہ اسے حکم کو مقامی جگہ پر نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے بارش ہو گئی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو چاہے اپنی جگہ پر نماز ادا کر لے۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 2082)(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1659)

اس حدیث سے معلوم ہوا یہ حکم سب کے لیے نہیں تھا جب بارش کی بوندا باندی جاری تھی تو حکم دیا گیا کہ جو خیمے میں نماز ادا کرنا چاہتا وہاں نماز ادا کر لے جو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتا ہے

وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلے، اور یاد رہے کہ یہ اس صورت میں جب بارش تیز نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ مجھے مسجد تک پہنچانے والا کوئی نہیں ہے، (راوی کہتے ہیں کہ) اس شخص نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت مل جائے آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی اس کے (واپس مڑ جانے) کے بعد آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا کیا تم (اپنے گھر میں) اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے عرض کی جی ہاں ! آپ ﷺ نے فرمایا تم اذان کی آواز پر لبیک کہو (یعنی مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو)۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1385)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب ایک نابینا شخص کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ نماز گھر میں ادا کرے باوجود کہ وہ زیادہ حق دار تھا آج کہ کرونا وائرس سے ڈرنے والے بے اعتقاد شخص سے، لحاظہ حکومت کا یہ عمل کے کرونا سے ڈر کر نماز گھروں میں ادا کی جائے سنت کے خلاف اور مزید عذاب کا موجب ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ایسے لوگ جنہوں نے کرونا وباء کے دنوں میں مسجدیں بند کروانا چاہیں اور نماز گھروں میں ادا کرنے کا کہا، انہیں ذیل کی روایت بھی دیکھنی چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں حشرات الارض اور درندے کافی زیادہ ہوتے ہیں (تو کیا مجھے آنکھوں کا نور نہ ہونے کے باعث جماعت میں نہ شریک ہونے کی رخصت ہے)، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا، کیا تم حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کی آواز سنتے ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پھر تم ضرور آؤ۔

(ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1478)

اس حدیث سے پتا چلا جب حشرات الارض (بچھو سانپ وغیرہ) اور درندوں (بھیڑیا، شیر وغیرہ) کے خوف کے باوجود ایک آنکھوں سے محروم شخص کو گھر میں نماز کی اجازت نہیں تو کرونا وائرس اور بارش کے دوران مقامی شخص کو کیسے اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ نماز گھر میں ادا کرلے۔
حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو اس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے، جو بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے اور جو مسجد کی طرف صبح یا شام کے وقت جاتا ہے اس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔

(ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1495)

اس حدیث سے معلوم ہوا جو مسجد کی طرف جاتا ہے وہ تو اللہ کی ضامن میں ہے وہ کیسے کرونا وائرس کا شکار ہو سکتا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا خبرار! اسلام کی چکی گھومنے والی ہے (یعنی اس پر اتار چڑھاؤ آنے والا ہے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ (ایسے حالات میں ہم کیا کریں آپ ہدایت فرمائیں) آپ ﷺ نے فرمایا، میری حدیث (جو تمہیں پیش کی جائے) اسے کتاب اللہ (قرآن مجید) کے سامنے پیش کرو جو اس (کتاب) کے موافق ہو وہ میری حدیث میں سے ہے اور وہ میں نے کہی ہو گی۔

(المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 1413)

قرآن میں کہیں نہیں آیا کہ اللہ کے گھروں کو وباؤں کے دنوں بند کر دیا جائے۔ اللہ ایسے لوگوں کو ہلاک کرے جو نماز اور مسجدوں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔

عیادت و جنازوں میں شرکت اور وباء: کرونا وائرس کے وبائی دنوں میں حکومت کی طرف سے ایک ڈھونگ یہ بھی رچایا گیا کہ جو اس بیماری سے فوت ہوتا یا کر دیا جاتا تو اس کے بارے میں یہ حکمِ فرعونی جاری کیا جاتا کہ ایسے شخص کے جنازے میں شامل نہیں ہونا، اور جو اس بیماری میں مبتلا ہوتا اسی کی عیادت کے لیے ہسپتال میں جانے نہ دیا جاتا تاکہ اس کے جراثیم اُڑ کا دوسروں کو نہ لگ جائیں۔ افسوس ہے ایسے بزدلوں اور بے توکل لوگوں پر، اللہ ایسوں کو اپنی رحمت میں جگہ نہ دے، ان کا ساتھ دینے والے گونگے مفتیوں اور مولویوں کو شاید مندرجہ ذیل روایات بھول گئی تھی یا شاید ڈالروں (مشہور زمانہ کرنسی) کے جادوں نے بھلا دی تھیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دے (2) جب بیمار ہو تو مریض کی عیادت کرے (3) جب مر جائے تو جنازے میں شریک ہو (4) جب دعوت دے تو قبول کرے (5) اور جب چھینک آئے تو اس کے "الحمد اللہ" کہنے پر جواب میں "یَرحَمُکَ اللہ" کہے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1240)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان دوسرے مسلمان کی دن کے اوّل حصے میں عیادت کرے تو ستر (70) ہزار فرشتے اس کے لیے شام تک دعائے رحمت و مغفرت کرتے ہیں اور جو مسلمان دن کے آخری حصے میں (کسی دوسرے مسلمان کی) عیادت کرے تو ستر (70) ہزاز فرشتے اس کے لیے صبح تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہے ہیں۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 3098)

اب یہ حدیثیں دیکھ کر ان اندھوں کو نظر آجانا چاہئے کہ جب ستر ہزار فرشتے تمہاری حفاظت پر معمور ہیں اور ساتھ میں تمہاری بھلائی کی دعا بھی کیے جارہے ہیں تو تمہیں کیسے یہ بیماری لگ سکتی ہے۔
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان جب دوسرے مسلمان بھائی کی تیمارداری کے لیے جاتا ہے تو اس کے واپس لوٹنے تک وہ جنت کے میوے چنتا ہے۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2568)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا" بیماروں کی عیادت کرو جنازوں کے ساتھ جاؤ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گے۔
(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 2955)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو اس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے، جو بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے اور جو مسجد کی طرف صبح یا شام کے وقت جاتا ہے اس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔
(ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 1495)

حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے تو وہ جب تک (وہاں) بیٹھا رہے رحمت میں غوطہ زن رہتا ہے اور جب تک بیٹھا رہے وہ اس (رحمت) میں مزید ڈوبتا رہتا ہے۔
(صحیح ابن حبّان، رقم الحدیث: 2956)

افسوس ہے آج کے حکمرانوں، مولویوں اور طبیبوں پر جو کہتے ہیں کہ بیمار کی عیادت کرنے سے بیماری لگ جائے گی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں ایسا کرنے والا رحمت میں ہوتا ہے، وہ جنت کے میوے چن رہا ہوتا ہے، فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کر رہے ہوتے ہیں اور وہ اللہ کی ضامن میں ہوتا ہے، اس سب کے باوجود کیسے کوئی بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے؟ کیا اس قوم کو اپنے نبی ﷺ کی زبان مبارک پر یقین نہیں ہے؟

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ